

سرکاری رپورٹ

بلوچستان صوبائی اسمبلی

دسویں اسمبلی رچھڑا اجلاس

مباحثات ۲۰۱۳ء

(اجلاس منعقدہ ۰۷ اکتوبر ۲۰۱۳ء بہ طابق کیم اذوایع ۴۳۴ ۱ ہجری بروز سوموار)

نمبر شمار	مندرجات	صفہ نمبر
۱	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	۱
۲	رخصت کی درخواستیں۔	۲
۳	دعائے مغفرت۔	۳
۴	مشترکہ تحریک اتو نمبر ۷ میجانب جناب عبید اللہ جان بابت۔	۴
۵	مشترکہ قرارداد نمبر ۵ میجانب رحمت علی صالح بلوچ۔	۵
۶	مشترکہ قرارداد نمبر ۶ میجانب نواب محمد خان شاہوی۔	۶
۷	مشترکہ قرارداد نمبر ۷ میجانب محترمہ یاسینہن لہڑی۔	۷
۸	مشترکہ قرارداد نمبر ۸ میجانب میر خالد لانگو۔	۸

شمارہ ۵

☆☆☆

جلد ۶

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ ۰۷ اکتوبر ۲۰۱۳ء بھطابن کمیز رذوا الجہے ۱۴۳۴ ہجری بروز سموار بوقت صبح
۱۱ بجھر ۳۵ منٹ پر زیر صدارت جناب اپیکر میر جان محمد خان جمالی، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال
کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب اپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز با قاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔
تلاوت قرآن پاک و ترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿١﴾ فَمَنْ ثَقَلَتْ مَوَازِينُهُ
فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فِي
جَهَنَّمَ خَلْدُونَ ﴿٣﴾ تَلْفُحٌ وُجُوهُهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالْحُوْنَ ﴿٤﴾

﴿پارہ نمبر ۸ سورہ المؤمنون آیات نمبر ۱۰۳ تا ۱۰۶﴾

ترجمہ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ پھر جب پھونک ماریں صور میں تو نہ قرا بتیں ہیں
اُن میں اُس دن اور نہ ایک دوسرے کو پوچھئے۔ سو جسکی بھاری ہوئی تو وہی لوگ کام لے
لکھے۔ اور جسکی ہلکی نکلی توں سو وہی لوگ ہیں جو ہار بیٹھے اپنی جان دوزخ ہی میں رہا کریں
گے۔ تھلس دے گی اُن کے منہ کو آگ اور وہ اُس میں بدشکل ہورہے ہو گے۔ صدق اللہ
الْعَظِیْمُ۔

جناب اسپیکر: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ سوالات نہ ہونے کی بنا و قفقہ سوالات معطل کیا جاتا ہے۔
سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

رخصت کی درخواستیں

سیکرٹری اسمبلی: انجینئر زمرک خان نے نجی مصروفیات کی بنا آج کے اجلاس سے رخصت کی استدعا کی ہے۔
جناب اسپیکر: سوال یہ ہے آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔ میں معزز اراکین سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جب بھی آپ چھٹی کی انفارمیشن اسمبلی سیکریٹریٹ کو دینا چاہیں تو اپنے لیٹر پیڈ پر بھیج دیا کریں۔ کبھی کبھار ایسی ایم جنسی ہوتی ہے تو پھر سیکریٹری اسمبلی کو ٹیلیفون کر دیا کریں۔ پھر وہ confirm ہو جاتی ہے۔ جی انصر اللہ صاحب۔

جناب نصراللہ خان زیرے: Thank you Mr. Speaker. جناب اسپیکر! آج کا دن یقیناً ملک کی تاریخ میں اور بالخصوص ہمارے صوبے کی تاریخ میں جمہوریت کے حوالے سے بہت اہم ہے۔ 1983 میں سندھ کے عوام پر جزل ضیاء کی فوجی آمریت کے دور میں ظلم، جبر کا بازار گرم تھا تو 7 اکتوبر 1983 کو پشتوخواہی عوامی پارٹی اور تحریک بھائی جمہوریت ایم۔ آر۔ ذی کے زیر اعتماد کوئٹہ میں ایک پُرانی جلوس نکالا گیا جسمیں جمہوریت زندہ با دار آمریت مردہ با دار کے نعرے لگ رہے تھے۔ تو اُس پُرانی جلوس پر اُس وقت کے جزل ڈائرنے جزل رحیم الدین کے حکم پر گولیاں چلوائی تھیں جسمیں پشتوخواہی عوامی پارٹی کے 4 کارکن، محمد اسلام اوس یار، کام محمود، رمضان اور داؤد شہید ہوئے تھے درجنوں کارکن زخمی اور پارٹی کے درجنوں رہنماء اور کارکن گرفتار ہو کر کئی سال تک پابند سلاسل رہے۔ تو آج ان شہدا کی اُس واقعے کی تیسویں برسی ہے۔ اس سلسلے میں پورے ملک اور یہاں جلسے جلوس ہونگے۔ تو میں آج کے اجلاس میں ان تمام شہدا کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔ اور اُس جلوس میں پارٹی کے چیئر مین محترم جناب محمود خان اچنڑی پر قاتلانہ حملہ کیا گیا تھا لیکن پارٹی کے کارکنوں نے ان کی حفاظت کی تھی۔ تو میں آج کے اس اجلاس میں ان شہدا کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتا ہوں اور جزل ضیاء فوجی آمریت کے دور میں جو مارے گئے شہید ہو گئے تھے۔ میں تمام ممبران سے گزارش کرتا ہوں اور مولانا صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ ان شہدا کی روح کے ایصال ثواب کیلئے فاتحہ کریں۔

جناب اسپیکر: مولانا صاحب آئیں۔ اُسیں ہمارے بلوچستان کے شہدا کیلئے بھی، سارے پاکستان میں جو

ہوا ہے، ان تمام شہدا کیلئے دعا مکمل ہے۔ اور بہت سے، وہ کہتے ہیں ”گمنام سپاہی“، اُنکے نام بھی نہیں آئے اور شہید کر دیئے گئے۔ ایم۔ آر۔ ڈی مودمنٹ مجھے یاد ہے۔
(دُعَاءٍ مغفرتِ کی گئی)

جناب اسپیکر: میر عبدالکریم آپ میرے چیمبر میں آئے تھے، آپ نے ایک مسئلہ اٹھایا تھا اس پر ذکر کریں۔
میر عبدالکریم نوشروانی: thank you جناب اسپیکر صاحب! میں آپکا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ میں اراکین اسمبلی اور اپنے ساتھیوں سے درخواست کروں گا کہ خلیفہ شیخ زید بن سلطان النہیان جنکی چھ میئن سے صحت ٹھیک نہیں ہے انکی صحت یا بھی کیلئے دعا کریں۔ وہ محسن پاکستان ہیں اس ملک پر اُنکے بہت احسانات ہیں۔ 1974ء میں بھٹو گورنمنٹ میں پہلی اسلامی کائفنس شیخ زید بن سلطان النہیان نے منعقد کرائی تھی۔ انہوں نے اربوں روپے کا پروجیکٹ اس ملک میں شروع کیا ہے۔ کوئئے میں 200 بسٹروں کا ہسپتال خاران اور واشک میں 8 ہسپتال سمشی ایئر پورٹ اور واٹر سپلائیاں دی ہیں۔ ان میں دو تین سولوگ اس وقت پرسروزگار ہیں۔ لوگوں کو حج بھی کروار ہے ہیں آٹا بھی دے رہے ہیں۔ اور ابھی بھی آواران کے زلزلہ زدگان کیلئے امداد دے رہے ہیں۔ تو مولوی صاحب سے گزارش ہے کہ انکی صحت یا بھی کیلئے دعا کریں۔ (مداخلت) انہوں نے ہمیشہ بُرے وقت میں پاکستان کا ساتھ دیا ہے انکی صحت یا بھی کیلئے دعا کروائیں۔ شکریہ۔

جناب اسپیکر: کریم نوشروانی صاحب! تشریف رکھیں۔ جی ڈاکٹر صاحب۔۔۔ (مداخلت) کریم جان!
دومنٹ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: میں ابھی بتاتا ہوں کہ کیا حرج ہے۔

جناب اسپیکر: جی جی! کریم صاحب! آپ بیٹھ جائیں۔ (مداخلت) آپ بات سن لیں آپ تشریف رکھیں ابھی ڈاکٹر حامد کو سن لیتے ہیں۔ دو منٹ بیٹھیں نا۔ (مداخلت - شور) دو منٹ بیٹھ جائیں ڈاکٹر حامد کو بات کرنے دیں۔ جی ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: جناب اسپیکر! بڑی مہربانی معزز رکن نے جو کتنا اٹھایا ہے، یہ ایوان بلوج، پشتوں آکابرین اور شہدا کی 65 سالہ قربانیوں کے تیتج میں ہمیں ملا ہے۔ جمہوریت کیلئے ہم نے قربانیاں دی ہیں اور جمہوری طور پر ہر جمہوری ریاست کے ساتھ ہیں۔ ہم بھکاری ہیں نہ ہم کسی سے خیرات مانگتے ہیں۔ پیشک جس کسی نے کسی کو خیرات دی ہو، کسی کو محل تعمیر کروا کے دیا ہو، کسی کو پتا نہیں کیا دیا ہو، اُس نے دیا ہو گا لیکن اسمیں پاکستان کے بلکہ پشتوں، بلوج جب وہاں مزدوری کرتے ہیں، وہ اپنے بچے اپنے ساتھیوں لے جاسکتے اُن پر

پابندی ہے کہ تم آؤ ادھر میری خدمت کرو میں تم کو پیسے دوں گا تم اپنے ساتھ اپنے بچوں کو نہیں لاسکتے۔ اسکے مقابلے میں دنیا کے جتنے بھی ممالک ہیں خواہ عیسائی ہیں بددھمت ہیں ان میں انسانی روشن ہے کہ آپ جدھر بھی سروں کرتے ہیں آپکے ساتھ اپنے بچے ہوں۔ سعودی عرب جیسے ملک دوسرا ممالک میں جب آپ اپنا سرمایہ invest کرتے ہیں اپنی روزی کماتے ہیں تو کفیل نہ آپ کو پیسہ دیتا ہے نہ آپکے ساتھ شراکت کرتا ہے بلکہ آپکی پچاٹ پرسنٹ آمدنی وہ آپ سے ہر سال آکر لے جاتا ہے۔ اور یہ کفیل کی مرضی پر ہے کہ آپکو سعودی عرب سے یاد دوسرے ملک سے نکلا بھی سکتا ہے۔ جناب والا! اس غیر انسانی، غیر جمہوری اور غیر قانونی ممالک، خدا انکو بالکل صحت دے، ہم کسی کی بُرانی نہیں کرتے۔ لیکن اگر پاکستان کی کسی بھی اسمبلی نیشنل اسمبلی آف پاکستان، سینٹ، صوبائی اسمبلی آف سنڈھ میں ہوئی ہے یادِ دنیا کی کسی بھی اسمبلی ہاؤس آف کامن، کانگریس، لوگ سمجھا میں ہوئی ہے۔ لیکن ہماری اسمبلی دنیا کی کسی بھی اسمبلی سے کم نہیں ہے۔ قربانی کی نقطہ نگاہ سے ہمارے اکابرین کی قربانیوں کے نتیجے میں ہمیں ملی ہے۔ اسکو اتنی ہم سبکی سے نہیں دینے کہ دنیا میں کوئی پوچھتا نہیں ہے۔ اُس نے فلاں جگہ فلاں کو محل بنوا کر دیا۔ فلاں جگہ فلاں کو فلاں چیز دی۔ کسی کو کالے بیگ میں پیسے دیئے۔ (مداخلت)۔

میر عبدالکریم نوшیر وانی: جناب اسپیکر!

جناب اسپیکر: جی۔

میر عبدالکریم نوشیر وانی: آپکے سریاب میں 200 بستروں کا ہسپتال، 20 ارب روپے کی لاگت سے سمشی ایئر پورٹ اور حیم پارخان میں دس ہزار مزدوروں کیلئے کوارٹرز۔ مجیب صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ان سے پوچھیں کہ آپکے علاقے میں کتنے ہسپتال بنوائے دیئے ہیں۔

جناب اسپیکر: ایک منٹ! آپ لوگ بیٹھ جائیں۔

میر عبدالکریم نوшیر وانی: میں مجیب صاحب سے پوچھتا ہوں کہ انہوں نے واشک میں کتنے ہسپتال بنوائے ہیں کتنے واٹر سپلائی دیئے ہیں؟

جناب اسپیکر: تشریف رکھیں۔ ڈاکٹر صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔ انہوں نے اچھے نیکی کے کام کئے ہیں اللہ انکو اجر دے گا۔ بیٹھیں میں ذاتی طور پر دعا کرتا ہوں کہ اللہ انکو صحبت یا ب کرے۔ بیٹھیں میدم! let's go forward بیٹھیں۔

میر مجیب الرحمن محمد صنی: میں مانتا ہوں انہوں نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ لیکن میں راشن کی تقسیم کے

خلاف ہوں۔۔۔ (مداخلت۔شور)

جناب اسپیکر: سب کے مائیک بند کر دیں۔please بیٹھ جائیں سب تشریف رکھیں۔ ابھی نہیں دوں گا پوانٹ آف آرڈر۔ every body please be seated. کریں بیٹھ جائیں please۔ ابھی ادھر اس بحث میں نہ پڑیں۔ میرے خیال میں ہم off reck ہو گئے۔ بیٹھیں جی تشریف رکھیں آگے بڑھتے ہیں۔ بابت صاحب! بیٹھیں تشریف رکھیں یہ آپ مٹھا ہو ٹول کی بحث نہیں کریں۔ please بابت صاحب! میر کریم بیٹھ جائیں۔ Thank you very much. آئیں کہ قرارداد نمبر 5، من جانب نواب محمد خان شاہوی، صوبائی وزیر حمت علی بلوچ، میر خالد انگو اور پینڈری بلوچ۔

جناب عبداللہ جان بابت: جناب اسپیکر! میری تحریک التوا ہے۔

جناب اسپیکر: ہاں آپ کی تحریک التوا آئی ہوئی ہے، تحریک التوا نمبر 7۔ سردار مصطفیٰ خان ترین، عبداللہ جان بابت، آغا سید لیاقت علی اور نصر اللہ زیرے کوئی ایک رکن اپنی مشترکہ تحریک التوا نمبر 7 پیش کرے۔

مشترکہ تحریک التوا نمبر 7

جناب عبداللہ جان بابت: ہم اسمبلی کے قواعد و انصباط کا رجسٹری 1974ء کے قاعدہ نمبر 70 کے تحت ذیل تحریک التوا کا نوٹس دیتے ہیں۔ تحریک یہ ہے کہ ”زرعی ترقیاتی بینک آف پاکستان کی جانب سے صوبہ کے مختلف اضلاع میں زمینداروں کے خلاف انتقامی کارروائیوں کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے گرفتاریوں جیسے نارو اعمال بھی شامل ہے۔ جسکی وجہ سے صوبے کے زمینداروں میں سخت بے چینی پائی جاتی ہے۔ حالانکہ گزشتہ دو حکومت میں وفاقی حکومت کی جانب سے بلوچستان کے زمینداروں کے ذمہ واجب الادا تمام زرعی قرضے معاف کرنے کا اعلان کیا گیا تھا۔ اور اسکے علاوہ ثواب اور قلات کے زمینداروں کے ذمہ واجب الادا زرعی قرضے معاف کرنے کا با قاعدہ نوٹیفیکیشن بھی جاری کیا گیا تھا۔“ لہذا اسمبلی کی کارروائی روک کر اس اہم عوامی نوعیت کے مسئلہ پر بحث کی جائے۔

جناب اسپیکر: جی! آپ نے درست فرمایا۔ اگر تمیں آپ نصیر آباد، جعفر آباد اور جمل مگسی کے سیلاب زدگان کے حوالے سے بھی شامل کر لیں تو بہتر ہے۔

جناب عبداللہ جان بابت: آپ ڈپٹی چیئرمین سینٹ تھے شاید آپ کو معلوم ہے کہ وہاں کے زمینداروں کے

تمام قرضے معاف ہوئے تھے؟

جناب اسپیکر: نہیں ہوئے ہیں، یہی تو میں بتانا چاہتا ہوں اسی میں پورے صوبے کا کر لیں۔

جناب عبید اللہ جان بابت: جو نہیں ہوئے وہ بھی اسی میں شامل کر دیں۔ جناب! یہ پورے صوبے کیلئے ہیں سوائے ڈوب اور قلات کے، وہاں کے معاف ہوئے ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب! ازرعی بینک سے قرضے جو لوگوں نے لئے تھے، تین لاکھ تک جتنے بھی قرضے تھے، وہ حکومت معاف کر دے۔ تو اسی میں ہوا یہ جب جزل مشرف صاحب ڈوب آئے تھے تو انہوں نے کہا کہ یہ تمام قرضے معاف ہیں۔ غالباً وہاں جعفر خان صاحب بھی تھے سکریٹری ڈیم کے، اُس دن وہاں ڈوب اور قلات کے باقاعدہ طور پر معاف ہو گئے تھے۔ ابھی تو حالت یہ ہے میں تو اور ضلعوں کا بھی۔ صوبے کے تمام اضلاع میں بہت مشکلات ہیں بالخصوص ہمارے اضلاع کے لوگوں کو یہاں بیننگ کوڑ میں بلاکر انکوسرا میں دے رہے ہیں اور انکی جائیدادوں کو ضبط کیا جا رہا ہے۔ آپ کو خود معلوم ہے کہ صوبے میں دس سال قحط سالی تھی لوگ دربر تھے اُنکے مال مولیشی اور لاکھوں، کروڑوں کی فصلات اور باغات تمام بر باد ہو گئے۔ لوگ کوئی تک آنے کا خرچe afford نہیں کر سکتے تاکہ وہ یہاں آ کر اپنے لئے وکیل رکھیں۔ وکیلوں کا تو آپ کو معلوم ہے وہ پانچ، دس لاکھ سے کم پربات نہیں کرتے اور قرضہ تین ساڑھے تین لاکھ ہے۔ ابھی انہوں نے یہ کیا ہے کہ ان لوگوں کو یہاں بلاکر انکوسرا میں دیتے ہیں۔ خُدارا! ہم کہتے ہیں کہ یہ فوری نوعیت کا مسئلہ ہے۔ پورے صوبے کے لوگ اس وقت دربر ہیں۔ جو بڑے بڑے لوگ ہیں جو شوگر ملن، ٹیکٹا نلز ملن اور فلور ملیں ہیں اُن کے تمام قرضے معاف ہو جاتے ہیں۔ وہاں کروڑوں اربوں کھربوں کا ایک ایک اسکینڈل آ رہا ہے۔ مگر ہمارے تمام قرضے جو چہارب کے قریب ہیں۔ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ فوری طور پر وفاقی حکومت اور زرعی بینک کو کہ ہمارے یہ قرضے معاف کرے۔ ہم میں اتنی سکت نہیں ہے کہ ہم یہ قرضے ادا کریں۔ لہذا ہم تمام اراکین اسمبلی مشترکہ طور پر حکومت پاکستان اور زرعی بینک سے کہہ دیں کہ ہمارے قرضے معاف کر دیں۔

ڈاکٹر حامد خان اچھزی: جناب اسپیکر! جن زمینداروں کے خلاف جو action لیا جا رہا ہے اُسکو بند کر کے اُنکے تمام قرضے معاف کیے جائیں۔

جناب اسپیکر: اس میں آپکو لانا پڑیگا۔ پہلے تو اسکو منظور کر کے پھر رائے دینے لگا ہوں۔ جو اراکین اس تحریک اتوکو منظور کرنے کے حق میں ہیں وہاں تھاٹھا میں۔ ماشاء اللہ 95% of the House وقت بلکہ 100% اسکے حق میں ہیں۔ تحریک منظور ہوئی۔ تحریک کو اسمبلی قاعدہ نمبر (2) 75 کے تحت مطلوبہ

ارا کین کی حمایت حاصل ہوئی ہے۔ لہذا تحریک التوا مورخہ 9 اکتوبر 2013ء کے اجلاس میں دو گھنٹے بحث کیلئے باضابطہ قرار دی جاتی ہے۔ بابت صاحب! اس میں آپ زرعی بینک کے علاوہ تمام بینک جنہوں نے زرعی قرض دیے ہیں۔ جی ہاں یہ سارا، یہ بھی اُسی دن آپ amendment لائیں جب بحث کریں گے۔ اور یہ کہ گرفتاریاں بھی بند کی جائیں۔ کیونکہ ہمارے عوام پہلے سے مفسی کی حالت میں ہیں ہیں مزید مشکلات میں

پڑیں گے۔

Rehmat Baloch you are on point of self explanation, please .

ایک تو آج آپ پتلون شنوں پہن کر آئے ہیں میں گھبرا گیا میں نے سوچا کہ یہ کون آیا ہے۔

Mr . Rehmat Ali Baloch: Thank you Mr. Speaker .

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: جناب اسپیکر! زمینداروں کے پیچھے وارنٹ گرفتاریاں ہیں انکوڈ لیل کیا جا رہا ہے۔ اسکے لئے بھی ۔۔۔۔۔

جناب اسپیکر: 9 تاریخ کو اس میں amendment لے آئیں۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: جناب اسپیکر! 9 تاریخ تو دُور ہے۔ جن زمینداروں کی وارنٹ گرفتاریاں ہیں اُن پر عملدرآمد نہ ہو۔

میر عبدالکریم نوшیروانی: آپ کو رٹ سے stay لے لیں۔

جناب اسپیکر: وہ اپنی جگہ، اسکے لئے ہمیں انتظامیہ D.C's سے کہنا پڑیگا۔ دیکھیں نواب شاہوانی صاحب! آپ انتظامیہ کو ہدایت دیں کہ جب تک یہ تحریک التوا اسمبلی میں زیر بحث ہے وہ کسی کو arrest کرے۔ arrest کرنے والے تو پولیس والے ہیں وہ نہ کریں۔

جناب رحمت علی بلوچ: جناب اسپیکر! یہ رو لگ کے خلاف ہے۔ جب آپ نے رو لگ دے دی اسکے بعد کیا بات ہو سکتی ہے؟

جناب اسپیکر: thank you جی۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: جناب اسپیکر! یہ ایک عوامی مسئلہ ہے۔ کریم نوшیروانی اسمبلی بار بار مداخلت کرتے ہیں۔

جناب اسپیکر: نہیں یا ر! مصطفیٰ خان! please میئش جائیں یہاں متوجہ ہوں۔ اسمبلی کے اصول ہوتے ہیں تھوڑا ٹھنڈا امزاج رکھیں سب ٹھیک ہو جائیں گے بیٹھیں تشریف رکھیں۔ رحمت بلوچ صاحب please take

رحمت بلوچ صاحب self explanation پر میں انکو فلور دیا ہوا ہے۔ رحمت بلوچ! دو گھنٹے پر سوں تحریک التوا پر بحث ہو گی۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: جناب اسپیکر! زمیندار لوگ بڑی مشکل میں ہیں۔ ان کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے ہیں۔

جناب اسپیکر: آپ نے سُنا نہیں میں نے نواب شاہوانی صاحب سے کہا انکو طریقہ بتایا ہے کہ D.C's اور D.P.O's, co-operate 9 تاریخ کو فیصلہ نہ ہو۔ جی رحمت بلوچ You are on personal explanation.

جناب رحمت علی بلوچ: Thank you Mr.Speaker جناب! میں اپنے personal explanation سے پہلے، ہمارے ایک معزز دوست سابق و فاقی وزیر جاوید جبار صاحب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، ہم پوری اسمبلی کی جانب سے انہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔

جناب اسپیکر: ہم انہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ چلیں جی بات کریں۔

جناب رحمت علی بلوچ: میں انہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ جناب اسپیکر! میں personal explanation آسمبلی کے قاعدہ نمبر 177 کے تحت ذاتی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے کچھ دن پہلے ایک بھی چینل کے خلاف جو باتیں کی تھیں اُسیں میرے کچھ تحفظات تھے۔ اور جو گفتگو اور جو معاملہ میں نے اٹھایا تھا۔ میں بحیثیت نیشنل پارٹی کے ایک رکن، جو کہ میرے معاملات، شاید مستقبل میں بھی برقرار رہیں یا تحفظات۔ لیکن ایک سیاسی جمہوری پارٹی ایک disciplined پارٹی کے ایک disciplined رکن کی حیثیت سے، پارٹی کے کہنے پر میں ”وشُنُونِ وی“، اُسکی ٹیم اسکے CEO کی جو دل آزاری ہوتی ہے۔ اس پر میں معذرت خواہ ہوں اور میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ میرے وہ تمام الفاظ کو آپ کا رواوی سے حذف کر دیں۔ دوسرا بات یہ ہے کہ ہم نے کبھی بھی ناجائز طور پر میدیا پر تنقید نہیں کی ہے۔ بلکہ اس روایت کو ہمارے چیف منسٹر نے برقرار کھتے ہوئے آسمبلی فلور پر میدیا سے معذرت کی تھی۔ تو اُسی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے میں آپ سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ تنقید برائے تغیریں میں قبول ہے، تنقید برائے تنقید قبول نہیں۔ ”وشُنُونِ وی“ جو ایک قومی زبان کا واحد چینل ہے، جو بہت اچھے انداز میں پیش کر رہا ہے۔ میں ان تحفظات کے ساتھ آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ میرے اُن تمام الفاظ کو کا رواوی سے حذف کر دیں۔ thank you

جناب اسپیکر: رحمت بلوچ کی self explanation کے بعد اُنکی اپنی request پر سارے الفاظ

کارروائی سے حذف کیے جاتے ہیں۔ اب قرارداد پر آجائیں۔ نواب محمد خان شاہوی، صوبائی وزیر، رحمت علی بلوج، میر خالد لانگو اور ہینڈری بلوج اداکیں صوبائی اسمبلی میں سے کوئی ایک رکن اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 5 پیش کرے۔

مشترکہ قرارداد نمبر 5

جناب رحمت علی بلوج: یہ ایوان صوبائی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ”کمپیوٹرائزڈ برتھ سرٹیفیکٹ، لوکل کے حصول کیلئے لازمی قرار دیا جائے تاکہ صوبے سے باہر کے لوگ جو کہ ناجائز طور پر بلوجستان کا لوکل، ڈو میسائل بنائ کر صوبہ کے لوگوں کی حق تلفی کر رہے ہیں، کو جعلی اور جھوٹی ڈو میسائل بنانے سے فوری طور پر روکا جائے۔ اور اس غیر قانونی عمل کی موثر طور پر روک تھام کو یقینی بنایا جاسکے۔“

جناب اسپیکر: مشترکہ قرارداد نمبر 5 پیش ہوئی۔ ان میں سے، میں ابھی تقاریر کروا تا ہوں لیکن تھوڑی معلومات آپ کو دیتا جاؤں۔ 2006ء میں ڈپٹی چیئرمین بینٹ کی حیثیت سے ہمارے پنجگور کے بچے نوکریوں کیلئے درخواستیں، کاغذات جمع کرانے کیلئے وہاں آئے تھے اور کاغذات میں اُنکے لوکل لگے ہوئے تھے۔ تو اسلام آباد کے بیورو کریٹ کو یہ پتا نہیں تھا کہ لوکل اور ڈو میسائل میں فرق کیا ہے۔ تو انہوں نے بچوں سے کہا کہ آپ جا کے ڈو میسائل لے آئیں۔ تو انہوں نے کہا جی ہمارا تو لوکل سرٹیفیکٹ ہوتا ہے son of the soil کا ڈو میسائل نہیں ہوتا۔ اسلام آباد والوں کو اتنا بھی پتا نہیں ہے۔ تو ہمارے ڈو میسائل پر ایسے ایسے لوگ وہاں services میں ہیں جنہوں نے آج تک بلوجستان دیکھا بھی نہیں ہے۔ اور ابھی سی ایس پی۔ پی ایس پی میں وہ آفیسرز والیں آرہے ہیں جن کے باپ دادا نے یہاں سے ڈو میسائل بنوائے تھے لیکن بچے باہر پڑتے رہے۔ ابھی جب سپریم کورٹ نے آرڈر زدیا کہ اپنے صوبوں میں جا کے سروس کریں۔ تو ابھی پتا لگ رہا ہے کہ یہ لوگ ہمارے ڈو میسائل سی ایس ایس avail کرنے ہیں اور سب's.P.S.P.B. بن گئے ہیں۔ یہ پوزیشن آپ کو بتاتا چلوں۔ محکیں میں سے ایک بات کرے جی۔

جناب رحمت علی صاحب بلوج: thank you جناب اسپیکر! جہاں تک اس قرارداد کا تعلق ہے میرے خیال میں ایک اہم نوعیت کی قرارداد ہے جو کئی بار، آپ اسمبلی کاریکارڈ اٹھا کر دیکھیں یا گزشتہ 65 سالوں سے جو محرومیاں ہیں، جو احساسِ کمتری یا غیر یقینی کیفیت آج بلوجستان میں پائی جاتی ہے، سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ وفاقی ملازمتیں ہوں یا دوسرا صوبوں میں جو ٹیکنیکل کالجز ہوں، یونیورسٹیاں ہوں، وہاں بلوجستان کے کوئہ پر جو سیٹیں ملتی ہیں۔ میرے خیال آپ تمام وفاقی اداروں کو دیکھیں، ان میں بلوجستان کا جو کوئہ ہے آئینی حوالے

سے نہ ہونے کے برابر ہے۔ جناب اسپیکر! ہم نے یہ دیکھا ہے کہ بلوچستان کے کوئی پر ایسے لوگ ہیں جنہوں نے آج تک بلوچستان دیکھا ہی نہیں ہے۔ جن کوڈ و میسائل اور لوکل سرٹیفیکیٹس issue ہوئے ہیں انکو یہ پتا نہیں ہے کہ پشین کہاں ہے کچھ کہاں ہے آواران کہاں ہے؟ تو میں نے اس لئے اس قرارداد کو move کیا ہے۔ بلوچستان میں لوکل اور ڈو میسائل پر ایک مافیا نے باقاعدہ طور پر اس کو ایک کاروبار کا درجہ دیکراں سکو جاری رکھا ہوا ہے جو کہ سرعام ٹھڑوں اور فٹ پاٹھوں پر بکتے ہیں۔ جناب اسپیکر! یہ ایک اہم قرارداد ہے میں تمام ایوان سے یہ گزارش کرتا ہوں اور یہ موقع رکھتا ہوں کہ وہ بلوچستان کے عوام کے احساس محروم ہوں اور غیر یقینی صورتحال کو منظر رکھتے ہوئے۔ اور پنجاب آئی ٹی یونیورسٹی میں بلوچستان کے کوئی پر دوسو سیٹیں آئی تھیں میں نے معلومات کیس ان دوسو سیٹوں کے لئے چھ سو لوگوں نے کاغذات جمع کیے تھے۔ میں اس فلور پر گارنٹی سے کہتا ہوں کہ ان میں سے زیادہ سے زیادہ بلوچستان سے پچاس لوگوں کو پتا چلا ہے کہ ہماری دوسو سیٹیں آئی ہیں۔ باقی ڈیڑھ سو سیٹیں جعلی ڈو میسائل اور جعلی لوکل سرٹیفیکیٹ پر پڑھوں گی۔ یہی حال جناب! آرمی، نیوی، پی ٹی سی ایل اور پی آئے میں بھی ہے۔ جو کہ بلوچستان کے کوئی بلوچستان کے نام پر تمام ملازمتیں لیکر، یہاں کے لوگ یہاں کے نوجوان مایوس ہیں۔ آج انہی نوجوانوں کو جو غیر یقینی صورتحال کا شکار ہیں، آپ جتنا بھی یقین دلائیں وہ آپکی بات پر یقین نہیں کرتے۔ لہذا ان تمام غیر یقینی کیفیت کو منظر رکھتے ہوئے، میں ایوان سے اپیل کرتا ہوں کہ میری اس قرارداد کی حمایت کی جائے۔ کمپیوٹر انزدہ بر تھہ سرٹیفیکیٹ اس کے لئے لازمی قرار دیا جائے تو اسکی روک تھام میرے خیال میں ایک اچھے انداز میں ہم کر سکتے ہیں۔ شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: شکریہ ہی۔ بابت صاحب! آپ بات نہیں کر سکتے آپ mover نہیں ہیں۔ جو movers ہیں انہی میں سے کسی نے بات کرنی ہے۔ میر خالد لانگو یا ہینڈری بلوج نے بات کرنی ہے۔

Mr . Obedullah Jan Babat: Permanent Residential Certificate.

جناب اسپیکر: جی آپ نے یہ صحیح رائے دی ہے۔ please نئی ترمیم کے ساتھ اسکو incorporate کر لیں۔ جی پرس احمد علی صاحب۔

پرس احمد علی: جناب اسپیکر! اس کا کمپیوٹر انزدہ سسٹم ڈیٹا بیس ہو۔ میں سمجھتا ہوں بہتر ہے کہ کمپیوٹر انزدہ سسٹم کے ساتھ ساتھ ہم اسکی proper networking بھی کر لیں۔ صرف کمپیوٹر انزدہ ڈیٹا اہمیت کا حامل نہیں ہوتا جب تک ایک دوسرے کے servers میں proper networking نہ ہوتا کہ ایک چینل اس کا ہو اور اس پر باقاعدہ operating system کا تعین کیا جائے۔ تاکہ ایک بہتر organized

way میں آپ یہ سارا سلسلہ بنالیں۔ کمپیوٹر انزڑ سرٹیفیکٹ بنانا کوئی بڑی بات نہیں، وہ ہو جائیگا۔ لیکن اس کے لئے ہم ایک ایسا software develop کریں جو hacking proof ہو اسکے بعد اسکی

thank you اور proper registration networking ضروری ہے۔

جناب اسپیکر: پُرس! آپ میئھ جائیں نا رحمت بلوج صاحب کے ساتھ۔ وزیر اعلیٰ صاحب میری خواہش ہے کہ اسکو amend کر کے لے آئیں۔ جس طرح یہ update کر کے۔ اسکو اگر update کرتے ہیں آپ amended تو پھر تھوڑی دیر بعد میں۔ میڈم شاہدہ رووف صاحب! آپ بھی House کو confidence میں لیں آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟

محترمہ شاہدہ رووف: میں یہ کہنا چاہوں گی کہ جو قرارداد رحمت بلوج لائے ہیں یقیناً اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں ہوگا۔ لیکن میری جو reservation ہے۔ وہ یہ کہ جو کمپیوٹر انزڑ بر تھ سرٹیفیکٹ بنانے کا مرحلہ ہے، وہ اتنا ہے۔ آپ ایک طرف اپنی population کو دیکھ لیں کہ وہ illiterate ہے اور دوسری طرف آپ اپنا سسٹم دیکھ لیں۔ تو یہاں میں صرف یہ کہنا چاہوں گی جیسے آپ نے عرض کی کہ یہاں تھڑوں پر لوکل ڈو میسال پکتے ہیں۔ تو مجھے اس سے کسی بھی قسم کی کوئی دورا ہے نہیں ہیں۔ ہورہا ہو گا لیکن یہ اس سسٹم کی بھی خرابی ہے۔ ایک طرف آپ اپنے سسٹم کو بھی ٹھیک کر لیں۔ دوسری طرف یہ کہ ہم نے اپنے لوگوں کو facilitate کرنا ہے۔ تو میری یہ گزارش ہو گی کہ کمپیوٹر انزڑ بر تھ سرٹیفیکٹ آپ کر تور ہے ہیں۔ تو لوگوں کو انکے گھروں تک سہولت فراہم کی جائے تاکہ انکو ایک ایک بچے کیلئے ذیل و خوارہ ہونا پڑے۔ جن کو اس بارے میں کچھ پتا نہیں ہے تو وہ اس سسٹم کو کیسے avail کریں گے۔

جناب اسپیکر: میری خواہش ہے کہ رحمت بلوج صاحب اسکو تھوڑا amend کر لیں۔ آپ اسکو improve کر لیں۔ نہیں وہ سسٹم اپنی جگہ ہے۔ خالد لانگو صاحب ایہ جو input آرہا ہے، آپ کی جو تحریک ہے میں وہ طریقہ آپ کو بتا ہوں نا۔ میں چاہتا ہوں کہ پہلے آپ تجاویز اکٹھی کر کے اسکو دوسری شکل میں پیش کر دیں۔ تو وہ ہم 9 تاریخ کو بھی پیش کر سکتے ہیں۔

میر خالد لانگو: جناب اسپیکر! لوگوں کو بات کرنے دیں۔ جو amendments لانی ہیں وہ بعد میں لا کیں گے۔

جناب اسپیکر: ابھی شروع سے ہی اگر ایک دفعہ آپ کی تحریک پاس ہو گئی پھر amendment نہیں آسکے گی۔ تو میں چاہتا ہوں کہ تحریک پاس ہونے سے پہلے آپ amendment لائیں۔ ایک اور sitting

آپل میں کر لیں۔

ڈاکٹر رقیہ سعید ہاشمی: جناب اسپیکر صاحب! میں کمپیوٹر انرزاڈ برتحصہ سرٹیفکٹ کے حوالے سے کچھ کہنا چاہوں گی۔ مختلف این جی اوز USAID اور UNICEF پچھلے دس بارہ سالوں سے بلوچستان کے مختلف اضلاع میں کمپیوٹر انرزاڈ برتحصہ سرٹیفکیٹس پر کام کر رہی ہیں اگر ان کو بھی اس میں شامل کر کے ان سے بھی data لیا جائے تو آسمیں ہمارے لئے بڑی آسانی ہو گی۔

جناب اسپیکر: ایک منٹ۔ ڈاکٹر صاحب! آپ بات کر لیں۔ کیونکہ اور movers ہیں میں چاہتا ہوں ابھی پھر دہراتا ہوں کہ please اسکو اور بہتر form میں لے آئیں کیونکہ سارا House اس پر متفق ہے۔ لیکن updated ہو۔ اس میں جو سقتم رہ گیا ہے وہ cover ہو جائے۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں House کی اجازت ہو تو ۹ تاریخ کو لے آتے ہیں۔

جناب رحمت علی صالح بلوچ: اراکین کی جو ترمیم ہیں یا اسکو amend کرنا چاہتے ہیں وہ شامل کر کے ۹ تاریخ کو پیش کریں۔

جناب اسپیکر: ۹ تاریخ کو پیش کریں اور جو movers ہیں وہ اپنی تقاریر اُسی دن کریں گے۔ لیکن آپ یہ ترمیم لے آئیں please۔ ۹ تاریخ کو اسکو دوبارہ پیش کیا جائیگا اور جو amendments ہیں اجلاس کے فوراً بعد آپس میں ایک میٹنگ کر لیں۔ جی ڈاکٹر صاحب! اگر آپ نے ترمیم، رائے دینی ہے اسی میں دے دیں، ۹ تاریخ کو دوبارہ پیش کریں گے۔

ڈاکٹر حامد خان اچھزی: جناب اسپیکر! جو قرارداد لائے ہیں۔ میں نیشنل اسمبلی کا ممبر ہوتے ہوئے، ریلوے اور ہیلتھ کمیٹی کا بھی ممبر تھا۔ تو میں نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے ریلوے اور ہیلتھ کے فیڈرل ایمپلائز سے کہا کہ جی ہمارے صوبے سے کوئی ہے تو ایک ادھر سے ایک ادھر سے دونوں کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے نہ یہ صوبہ دیکھا تھا نہ اس کے حدود اربعہ انکو پتا تھا تو یہ بالکل ہور ہا ہے۔ پرسوں کی بات ہے اسلام آباد میں قہارخان کے پاس ایک بندہ آیا تھا انہوں نے پوچھا کہ بھائی تم کون ہو کہاں کا رہنے والے ہو؟ تو اس نے کہا کہ جی! میں تو بلوچستان کا لوک اور لوار الائی کا رہنے والا ہوں۔ تو قہارخان نے کہا کہ ریلوے لائن کے ساتھ جو دو بلڈنگیں ہیں اُنکے ساتھ۔ تو اس نے کہاں اٹیشن کی اُس طرف۔ لوار الائی میں ریلوے ہے نہ اٹیشن۔ یہ پھر جا کے وفاقی وزیر سے کہا جو ہمارے سابق صدر صاحب کی بہوں ہیں، تو یہ حال ہے۔ لیکن ہم اپنے صوبے کو دیکھتے ہوئے کیا ہمارے گاؤں میں ہمارے دور دراز پہاڑی علاقوں میں اس چیز کا امکان ہے۔ ہم کتنی apply کر سکیں گے۔ ہم کوشش

یہ کریں کہ وہ طریقہ کار apply کریں جو ہم کر سکیں۔ کسی 17 گریڈ کے افسر کیلئے لوگ برشور سے پشین آتے ہیں تو بہ اچنزی سے گلستان آتے ہیں کوئی ملتا نہیں ہے تو یہ مشکل ہو گا۔ لیکن اسکو کس طرح آسان کریں؟ اسکوں بیٹھ کے جو بھی طریقہ ہو۔ والد کے شاختی کارڈ سے کرتے ہیں یا ایم پی اے، ایم این اے کے دستخط سے کرتے ہیں۔ کمپیوٹر ائر شناختی کارڈ کو کس طرح آسان بناتے ہیں۔ ابھی تو نوئے فیصد orientation کہ بر تھر سرٹیفیکٹ ہے کیا شہروں میں ضرور آسان ہو گا۔ جناب! خدارا! ہمیں این جی اوز کے حوالے نہ کریں۔ این جی اوز نہ دور دراز علاقوں میں جاتی ہیں نہ انکو پتا ہے۔ ”ملک کی دوڑ مسجد تک“، انکی پہنچ شہروں تک۔

جناب اسپیکر: thank you ڈاکٹر صاحب۔ اسی لئے کہا کہ amended form میں لے آئیں۔ جس میں ذرا مفصل ہو۔ کیونکہ جلد بازی میں کریں گے تو اسیں بہت سے سقم رہ جائیں گے۔ جی رضا بڑیج صاحب۔ سردار رضا محمد بڑیج: جناب اسپیکر! Thank you very much! میں اسی میں ایک پوائنٹ کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں کوئی شہر کے ایسے ہمارے لوکل ہیں جو اٹھا رہ سال کے ہو چکے ہیں لیکن ان کے پاس بر تھر سرٹیفیکیٹ نہیں ہیں۔ جب وہ اپنا کمپیوٹر ائر ڈر تھر سرٹیفیکیٹ کے لئے جاتے ہیں تو ان سے کہا جاتا ہے کہ آپ چیف منسٹر صاحب سے سرٹیفیکیٹ لائیں کہ آپ یہاں کے باشندے ہیں یہاں پیدا ہوئے ہیں۔ تو ایک ایسی مشکل ہے کہ اس کو بھی رحمت صاحب کی قرارداد میں شامل کر لیں۔ اور بیٹھ کے ایک فیصلہ کریں تاکہ کسی کو تکلیف نہ ہو اور یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے۔

جناب اسپیکر: جی بالکل۔

ڈاکٹر رقیہ سعید ہاشمی: جناب اسپیکر صاحب! میں ڈاکٹر حامد صاحب کی بات کو explain کرنا چاہوں گی کہ میں نے یہ ذکر کیا تھا کہ پچھلے بارہ سالوں سے یہاں مختلف این جی اوز بر تھر سرٹیفیکیٹ پر کام کر رہی ہیں۔ میں نے نہیں کہا کہ آپ ان سے کام کرائیں اور اسے correct کیا جائے۔

جناب اسپیکر: thank you ڈاکٹر شمع صاحب کی بھی تجویز ہے۔ رحمت بلوچ صاحب! آپ سے ایک گزارش ہے کہ آپ فوراً، جن دوستوں نے رائے دی ہے انکی ایک متفقہ، ایک مشترکہ مینگ بلائیں۔ اور اسکو amend کر کے 9 تاریخ کیلئے دے دیں۔ improved ہو۔

جناب رحمت علی صالح بلوچ: جناب اسپیکر! اسمبلی کے بعد فوراً اکٹھے ہو جائیں۔

جناب اسپیکر: ہاں! وہا کھٹے ہو جائیں۔ ٹائم دینگ کیونکہ یہ آپ کے مستقبل کے معاملات سے تعلق رکھتی ہے۔

جناب رحمت علی صالح بلوچ: جو نبی اسمبلی ختم ہو گی یہاں چیزیں میں بیٹھ کر اس پر بات کریں گے۔

جناب اسپیکر: جی ڈاکٹر شمع صاحب۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر صاحب! کیونکہ یہ ایک نہایت اہمیت کا حامل مسئلہ ہے اور اس کی اہمیت کو منظر رکھتے ہوئے میری بھی یہ گزارش ہے کہ جعلی لوکل سرٹیفیکیٹس کے اجر کو ختم کرنے کیلئے بی فارم کو لازمی قرار دیا جائے۔ اگر کوئی ڈویسائیل کیلئے درخواست دیتا بھی ہے تو سرٹیفیکیٹ کے اجر کو بی فارم کی فراہمی سے مشروط کیا جائے۔

جناب اسپیکر: شکریہ نصراللہ صاحب! آپ کچھ کہنا چاہتے تھے؟

جناب نصراللہ خان زیری: جناب اسپیکر صاحب! یہ مسئلہ تو میرے خیال سے طے ہو گیا کہ اجلاس کے بعد ممبر ان مل کر اس قرارداد کو improve کر کے دوبارہ لائیں گے۔

جناب اسپیکر: جی جی۔

جناب نصراللہ خان زیری: جناب! دوسرا پاؤ نئٹ۔

جناب اسپیکر: نہیں اس پر نہ آئیں، آگے بڑھتے ہیں systematically اگلی قرارداد۔۔۔۔۔

جناب نصراللہ خان زیری: میرا ایک ضروری point ہے تی ایم صاحب کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

جناب اسپیکر: کسی ایم اڈھر ہیں کہاں جا رہے ہیں؟ وہ موجود رہتے ہیں اسلام آباد کم جاتے ہیں۔

جناب نصراللہ خان زیری: نہیں توجہ دلانا چاہتا ہوں just a minute ایسا تھا کہ ایک ہفتہ پہلے زرعی کالج کے اسٹوڈنٹس نے غیر قانونی اقدامات کے خلاف مظاہرہ کیا تھا۔

جناب اسپیکر: اسکو پاؤ نئٹ آف آرڈر پر please بیٹھ جائیں۔ آپ خود قوانین کیلئے کہتے ہیں تو مجھے بھی قانون پر چلنے دیں۔

جناب نصراللہ خان زیری: انہوں نے اساتذہ کو اپنے offices میں بند کیا تھا۔ آج صبح پھر یہ واقعہ ہوا ہے میں تی ایم صاحب سے request کروں گا کہ وہ انتظامیہ کو بتا دیں کہ وہ وہاں ٹیچرز کو تحفظ دیں۔ اور فوری طور پر وہاں مستقل پولیس تعینات کرے تاکہ وہاں اساتذہ کی بے عزتی نہ ہو۔

جناب اسپیکر: ٹھیک ہے۔ thank you، ابھی ہم قرارداد نمبر 6 کی طرف جاتے ہیں movers ہیں۔ نواب محمد خان شاہواني صوبائی وزیر، رحمت علی بلوچ صاحب، میر خالد لال گو، میر مجیب الرحمن محمد حسنی اور ہنڈری بلوچ، ان میں سے کوئی ایک محک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 6 پیش کرے۔

مشترکہ قرارداد نمبر 6

نواب محمد خان شاہواني (صوبائي وزير): شکر یہ جناب اپسیکر صاحب۔ یہ ايوان صوبائي حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ”ساحل بلوچستان جو کم و بیش ایک ہزار کلومیٹر سے زائد کی مسافت پر محیط ہے۔ اور بحیرہ عرب کے نام سے منسوب ہے۔ تاریخی حوالے سے قبل از مسح یہ بحیرہ بلوچ کے نام سے منسوب تھا۔ لہذا اس تاریخی پس منظر کو منظر رکھتے ہوئے اس وسیع و عریض ساحلی پیٹی کو فوری طور پر اس کا اصل نام بحیرہ بلوچ کے نام سے منسوب کیا جائے،“ شکر یہ۔

جناب اپسیکر: قرارداد نمبر ۶ پیش ہوئی۔ محرکین میں سے کوئی ایک اسکے بارے میں کچھ کہنا چاہے گا۔
جناب رحمت علی صالح بلوچ: thank you جناب اپسیکر۔ جہاں تک اس قرارداد کا تعلق ہے تاریخی حوالے سے قبل از مسح یہ بحیرہ بلوچ کے نام سے منسوب تھا۔ یہ کراچی، کیاڑی سے لیکر آبناے ہر مزٹک ہزار کلومیٹر سے زیادہ ساحلی پیٹی ہے۔ اس پر جناب اپسیکر! بلوچی تاریخی شعرو شاعری ہے، اس ساحل کو بچانے کیلئے حمل اور جیوند نے جو جنگیں لڑی ہیں وہ ابھی بھی تاریخ میں موجود ہے۔ حمل نے پُر گی سے اسی ساحل کو بچانے کیلئے جنگ لڑی اور انکو بھگا کر نکال دیا۔ اور ایک طرف آپ دیکھیں کہ بندر عباس جو ایرانی سیاستان بلوچستان ہے وہاں جو ساحلی پیٹی ہے وہ بلوچ آبادی ہے۔ اور عمان میں جو ساحلی پیٹی ہے وہ ٹولی بلوچ آبادی پر مشتمل ہے۔ لہذا امیری یہ پر زور اپیل ہے بلکہ گزشتہ اسمبلیوں میں بھی اس point raise کیا گیا تھا لیکن آج اس ايوان میں گزارش کرتا ہوں کہ اس قرارداد کو support دی جائے اور بجاے کہ بحیرہ عرب کے نام سے ہو، اسکو بحیرہ بلوچ کے نام سے منسوب کر کے پکارا جائے thank you

جناب اپسیکر: سوال یہ ہے کہ مشترکہ قرارداد نمبر ۶ کو منظور کیا جائے؟ قرارداد منظور ہوئی۔ ابھی آپ مشترکہ قرارداد نمبر ۷ پیش کریں۔ اس کے محرکین میں، نواب محمد خان شاہواني صاحب، صوبائي وزير، رحمت علی بلوچ، نصر اللہ ذیری، ڈاکٹر حامد خان اچکزئی، پہنڈری بلوچ، راحیلہ درانی اور یاسیمین لہڑی صاحبہ۔ آپ میں سے کوئی ایک محرک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر ۷ پیش کرے، جی۔

مشترکہ قرارداد نمبر ۷

محترمہ یاسیمین لہڑی: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ یہ ايوان صوبائي حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ”تمام اسکولوں میں پولیوڈے کے حوالے سے، جس دن منعقد ہو، اُسی دن کو قانونی طور پولیوڈے کے طور پر منائیں۔ انسانیت اور انسانی جانوں کو اس مہلک بیماری سے بچانے کا بھی واحد راستہ ہے۔ صوبے کے پیمانہ اور دوڑورا ز علاقوں میں پھیلی ہوئی آبادی کو اس مہلک مرض سے بچانے کیلئے ضروری ہے کہ تمام اسکولوں میں داخلے کیلئے بچوں کو پولیو

کی پیشگی کورس مکمل کرنے کی شرط عائد کی جائے۔ نیز پولیو مہم کا رڑ لازمی فرار دیکر اس مہلک مرض سے ہمیشہ کیلئے نجات حاصل کی جائے۔

جناب اپسیکر: اس سلسلے میں کوئی بولنا چاہے گا؟ میرے خیال میں خواتین کو ذرا بات کرنے دیں۔
محترمہ شاہدہ رووف صاحبہ! آپ بات کریں۔

مسز شاہدہ رووف: شکریہ جناب اپسیکر۔ جہاں تک پولیو ڈے کو celebrate کا ہے، بالکل ٹھیک۔ لیکن ایک بات جو میری سمجھ میں نہیں آئی اسی میں لکھا ہوا ہے ”کصوبے کے پسماندہ اور ڈور دراز علاقوں میں پھیلی ہوئی آبادی کو اس مہلک مرض سے بچانے کیلئے ضروری ہے کہ تمام اسکولوں میں داخلے کیلئے بچوں کو پولیو کے پیشگی کورس مکمل کرنے کی شرط عائد کی جائے۔“ Please for God sake۔ کہ اسکو ذرا consider کریں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ ایک طرف تو slogan لگاتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو ایجوکیشن دینی ہے۔ دوسری طرف آپ اپنی پسماندہ اور وہ لوگ جو educated نہیں ہیں، انکو ایجوکیشن سے دُور کر رہے ہیں اور شرط عائد کر رہے ہیں۔ کس بنیاد پر شرط عائد کر رہے ہیں؟ ماں باپ کا کیا ہوا اولاد بھگتے گی۔

جناب اپسیکر: بات کر لیں۔

جناب رحمت علی صالح بلوچ: جناب اپسیکر! یہ تواب میڈم کو یاد نہیں ہے کہ یہ قرارداد ہم لارہے ہیں، بحث کریں گے۔

جناب اپسیکر: ہاں ہاں وضاحت کر لیں۔

مسز شاہدہ رووف: نہیں میں صرف اسی میں یہ add کر رہی ہوں کہ اسکو ایجوکیشن سے آپ اس طرح relate کریں۔

جناب رحمت علی صالح بلوچ: لوگ انسانیت سے ہٹ کے انسانی خون چُوس رہے ہیں۔ اسکی جو وکیسین ہمیں بھیک میں ملتی ہے دنیا ہمیں مدد کے طور پر دیتی ہے، لوگ کرپشن کی نظر کرتے ہیں۔

مسز شاہدہ رووف: رحمت صاحب! please مجھ سن لیں۔

جناب اپسیکر: میڈم! بات کر لیں پھر سن لیں۔ تھوڑی بات کر لینے دیں۔

مسز شاہدہ رووف: میں آپ کی قرارداد کی مخالفت نہیں کر رہی ہوں۔ میں اپنا point of view یہ دے رہی ہوں کہ ایجوکیشن کے ساتھ آپ اسکو اس طرح relate نہیں کریں کہ ہم اپنے لوگوں کو ایجوکیشن سے دُور

کر دیں۔ آپ نے انکو facilitate کرنا ہے۔ ایک طرف آپ ایجوکیشن دینے کا فرہ لگا رہے ہیں۔ دوسری طرف آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ آپ کی کوئی کمیونٹی ہے؟ illiterate people ہیں اگر وہ نہیں کر سکے تو کیا اُنکے پچے اسکول ہی نہیں جائیں گے؟ ہم نے آسانیاں پیدا کرنی ہیں میرا صرف یہ موقف ہے۔

جناب اسپیکر: رحمت! آرام سے، خاتون کو بولنے دویار! آپ seat پر بیٹھ کر بول رہے ہیں۔ ٹائی پتلون میں تو بندہ ماڈرن ہو جاتا ہے۔ جی راحیلہ درانی صاحبہ۔

محترمہ راحیلہ حمید خان ذرا فی: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ thank you پولیو، پہلے تو اسکا بیک گراؤنڈ ہمیں ضرور سمجھنا چاہیے۔ ویسے تو سب کو پتا ہے کہ پولیو ایک خطرناک ایک مہلک مرض ہے۔ لیکن ہم ابھی تک اس deadline، جو ہمیں ابھی تک اُس red ممالک میں شامل کر لیا گیا ہے red zone کہتی ہوں۔ کہ جس میں ابھی تک پولیو ختم نہیں ہوا ہے۔ تو یہ ایک بہت ہی شرمناک بات ہے کہ پوری دنیا میں ختم ہو گیا ہے اور top ممالک میں ہم دویا تینی ہی رہ گئے ہیں، اور افغانستان نے بھی تقریباً اپنے آپ کو cover کیا ہوا ہے۔ ایک ہمارا ملک ہے جو اسکو ختم نہیں کر سکا ہے۔ تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ پہلے تو ہمیں اپنی یہ رائے بنانی ہے کہ ہم اسے ختم کرنا بھی چاہتے ہیں کہ نہیں۔ اسمیں جو hurdles ہیں۔ اس کی کوئی وجہ ہے ہم انکو کونس نہیں کر سکے کہ کیا وجہ ہے۔ اور ساتھ ساتھ تجاویز بھی دینا چاہتی ہوں کہ ہمیں سب سے پہلے بھرپور awareness دینا ہو گا کہ پولیو کو ختم کرنے کیلئے پوری دنیا جو کہہ رہی ہے جو ہم ہیں جو ایک ملک رہ گیا ہے اسکو ختم کرنے کیلئے تو اسکے لوگوں کو بتائیں کہ آخر اس مرض کی وجہ سے تکلیف کیا ہے۔ میں کراچی میں ایک ورکشاپ میں گئی تھی وہاں ایک بچی آئی وہ تھوڑا سا لنگڑا کر چل رہی تھی۔ مجھے خود اتنا awareness problem ہو گا۔ تو ہم ایک ہی سے گزرتا ہے۔ تو ہم یہی سمجھے کہ جو نارمل handicap ہوتا ہے اسکا کوئی interest ہو گا۔ تو ہم ایک ہی table پر بیٹھے ہوئے تھے۔ تو اس نے اپنی تکلیف مجھ سے share کی، اس نے کہا میدم! ہم آپکو اخباروں میں دیکھتے ہیں۔ تو میں نے کہا آپ کہاں سے تعلق رکھتی ہیں؟ اس نے کہا اسی سے میں نے کہا آپ پڑھتی ہیں۔ اس نے کہا جی میں پڑھتی ہوں اور کام بھی کرتی ہوں۔ تو میں نے کہا آپ کوئی تکلیف ہے؟ ہمیشہ سوچنے معاملات میں میرا interest ہے۔ تو اس نے کہا کہ مجھے پولیو ہوا تھا۔ تو یہ میرے لئے ایک shocking تھی۔ اس نے کہا کہ میں آگے اسلئے پڑھنہیں سکتی اور مجھے میرے گھروالے انہیں پڑھواتے ہیں۔ بد قسمتی سے ہمارے ملک میں ہمارے معاشرے میں بچپوں کی پڑھائی زیادہ ضروری نہیں سمجھی جاتی۔ تو اس نے کہا کہ مجھے پولیو ہوا ہے جی یہ تو double وجہ ہے اسکا علاج بھی کروائیں اور کام بھی کریں۔ تو please آپ میری پڑھائی کیلئے کچھ

کریں۔ جیسے شاہدہ نے کہا کہ جو روکنے کی بات ہے۔ یہ روکنے کی بات نہیں ہے یہ ایک مثال میں دے رہی ہوں کہ یہ جو کہا گیا ہے کہ یہ کورس پہلے سے۔ والدین، جب تک ہم ایسے بچے پیدا کرتے رہنے جو پولیو کا شکار ہیں اور اسکے بعد جو انکی پڑھائی میں hurdles آ رہی ہیں۔ وہ بچی خود اپنے منہ سے کہہ رہی تھی کہ میں پڑھنا چاہتی ہوں لیکن میری یہ بیماری میری پڑھائی میں hurdle ہے۔ اس طرح پتا نہیں کتنا بچے ہونے کے جو اس situation میں ہیں۔ تو یہ میں انکا جواب دینا چاہتی ہوں sir ابھی ہم بیٹھ کے آپس میں تفصیلی بات کر لیں لیکن میں اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی کہنا چاہوں گی کہ awareness تو ہم لوگوں کو عوام کو دینے لیکن اس کیلئے سب سے زیادہ ضروری وہ ماں ہیں وہ ادارے ہیں جہاں خواتین کام کرتی ہیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ ان اداروں ان ماڈل تک پہنچا جائے کہ ان کے بچوں نے اس سے شکار ہونا ہے۔ قدرتی طور پر ماں بچوں سے close ہوتی ہیں، انہیں بتایا جائے۔ ابھی تک تو ماڈل کو پتا نہیں ہے انکو ایک ذہن میں ڈالا ہوا ہے کہ پتا نہیں یہ کس چیز کے قطرے ہیں۔ تو انکو پتا چلے کہ اگر یہ نا ہوا تو اسکا result کیا ہو گا؟ نمبر دو میں یہ تجویز دینا چاہتی ہوں کہ جو بچے اسکا شکار ہو چکے ہیں جیسے کہ مجھ پر اسکا affect ہوا اور ابھی اس پر ہم کام بھی کر رہے ہیں کہ جو بچے اس کا شکار ہو چکے ہیں ہمیں انکی طرف بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہم اسکروک رہے ہیں کہ چلیں آگے آنے والے، اب جو پہنچا یہیں ہیں یا جتنے بھی ہیں جو شکار ہو چکے ہیں اور مزید ہونے۔ لیکن ہم real means میں سوسائٹی کو message دینا چاہتے ہیں ہمیں ان بچوں کیلئے کچھ کرنا چاہیے جو پولیو کا شکار ہو چکے ہیں۔ اور انکی بہت بڑی تعداد ہے ہمیں اسکا ڈیا جمع کرنے کی ضرورت ہے ہم نے صرف awareness کے نام پر مہم نہیں چلانی ہے نہ اس کے نام پر ہم نے پیسہ خرچ کرنا ہے نہ funding کرنی ہے نہ funds raising کرنی ہے۔ اگر ہم دل سے sincere ہیں کہ ہم اپنی سوسائٹی سے اس چیز کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو جو بچے اسکا شکار ہیں انہی بچوں کی success stories اٹھائیں جو آگے جا کے کوئی ٹیکر بن جائے کوئی پتا نہیں کیا بن جائے اور شاید کوئی کچھ بھی نہ بنے۔ تو انکو Ambassador بنائیں اور انکو سامنے لے کے آئیں۔ کہ جی! یہ کہتے ہیں "saying is believing". ایک تصویر بہت affect کرتی ہے، سامنے رکھی ہوئی ایک چیز ہزاروں لفظوں سے بہتر ہوتی ہے۔ آپ دیکھیں ایک بندہ جو اس تکلیف سے گزر رہا ہے وہ اپنی بات خود بتائیگا۔ میں اور آپ کبھی بھی وہ تکلیف بیان نہیں کر سکتے۔ تو میری دوسری تجویز یہ ہے کہ ان بچوں کو جو اسکا شکار ہیں انکی success stories اور انکو پولیو کا Ambassador بنایا جائے۔ میں اور آپ جتنی بھی تقریر کریں گے، شاید اسکا اثر نہیں ہو گا جو ایک شخص یا ایک بچہ یا بچی کھڑے ہو کے بتائیگا کہ میں ہوں جو اس تکلیف سے گزرا

ہوں۔ تیسری تجویز میری یہ ہے جیسے شاہدہ نے کہا میں بھی کہتی ہوں کہ ان بچوں کے لئے تعلیم مفت قرار دی جائے۔ کہ انکے لئے آگے جو راستے بند ہو رہے ہیں جو تکالیف ہو رہی ہیں کم از کم اس سے ان کے والدین یا انکی families کو ریلیف ملے۔ انکے لئے health facilities، اپیشل پیکچ ہونا چاہیے۔ اور انکے لئے ملازمتوں میں اپیشل کوٹھ بھی ہو، only for polio۔ مطلب ہم اسکو mix نہیں کریں۔ ہم لوگوں نے معدروں کیلئے کوٹھ رکھا ہے۔ لیکن ہم specially for polio جو بنچے بڑے ہو گئے ہیں کیا انکے لئے ملازمتوں میں کوٹھ ہونا چاہیے؟ یہ میری کچھ تجاذبیز ہیں۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ اس طرح سے ہی شاید، اسی ہم سے سو فیصد ہو جاتی لیکن ابھی تک نہیں ہوئی تو اسکا مطلب ہے کہ ہماری awareness میں یقیناً کوئی کمی ہے تو ان تجویز کے ساتھ انشاء اللہ و تعالیٰ میں سمجھتی ہوں کہ لوگوں میں ایک آئیگی، دیکھ کے آئیگی اسکی تکالیف کو محسوس کریں گے اور شاید ہم اس سے نجات حاصل کر سکیں، thank you.

جناب اپیکر: شکریہ جی۔ ہینڈری بلوج صاحب، آج تو بالکل انہوں نے ٹوپی شوپی پہنی ہوئی ہے اور عینک لگائی ہوئی ہے۔

مسٹر ہینڈری بلوج: thank you اپیکر صاحب۔ میں اسی حوالے سے بات کرنا چاہوں گا، جو قرارداد رحمت بلوج نے move کی ہے۔ اگر ہم نے ایک صحت مند معاشرے کو تشکیل دینی ہے ایک ترقی یافتہ ملک کو بنانا ہے تو ہمیں ان تمام چیزوں پر نظر رکھنی پڑی گی جو ہماری آنے والی نسلوں کو ممتاز یا اپاچ کرتی ہیں۔ پولیو ایک ایسا مرض ہے اگر یہ جس بنچے کو لاحق ہو گیا تو وہ ساری زندگی کیلئے اپاچ ہو جاتا ہے اور اسکے ساتھ ساتھ اسکی فیملی اور معاشرہ بھی اسکو accept نہیں کرتا۔ اس اہم مسئلے کو جیسے کہ اس قرارداد میں mention کیا گیا ہے کہ اسکوں کی سطح پر ٹیچر ز کو پابند کیا جائے کہ وہ کلاس رو میں بچوں کے ساتھ خاص طور پر اس بارے میں سیشن کر کے انکو پولیو کے بارے میں بتائیں اور خاص طور پر یہاں یہ بھی ضروری ہے کہ والدین کو اتنی awareness ہوئی چاہیے کہ وہ ایسے اہم sensitive issues پر اپنے بچوں کو پولیو کے قطرے پلو اکر معدودی سے بچائیں۔ اسیں میری ایک تجویز ہے کہ جس طریقے سے اسکوں کے سلپیس بنائے جاتے ہیں ان میں ترمیم کی جاتی ہے۔ تو پولیو کی اہمیت کے حوالے سے یہ بھی ہمارے سلپیس میں شامل ہونا چاہیے۔ جس میں ترمیم کی جاتی ہے۔ تو پولیو کی اہمیت کے حوالے سے یہ بھی ہمارے سلپیس میں شامل ہونا چاہیے۔ جس parents اور ڈاکٹر ز کی بھی اسکوں کی سطح پر کمیٹیاں ہوئی چاہئیں جو خاص طور پر اسکے تدارک کیلئے کام کر سکیں۔ کیونکہ اب جب کہ ہمارا ملک ریڈزون میں شامل ہو چکا ہے۔ تو اس سے نکلنے کیلئے ہمیں فوری طور پر اس کیلئے تدبیہ استعمال کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم اس موزی مرض سے اپنے ملک اور اپنے بچوں کو بچا کر ایک

اچھا مستقبل انکو دے سکتیں۔ thank you

جناب اسپیکر: جی ڈاکٹر رقیہ صاحبہ۔ thank you

ڈاکٹر رقیہ سعید ہاشمی: thank you جناب اسپیکر۔

(اس موقع پر جناب چیئرمین، شیخ جعفر خان مندوخیل صدارت کی گرسی پر منکن ہوئے)

جناب چیئرمین: شکریہ۔

ڈاکٹر رقیہ سعید ہاشمی: خوش آمدید جناب اسپیکر صاحب۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔

ڈاکٹر رقیہ سعید ہاشمی: اسپیکر صاحب! میں یہاں اپنی ذاتی تعلق داری کے حوالے سے یہاں ضرور چاہوں گی کہ پچھلے پانچ سال جب میں اسمبلی کی ممبر تھی، تو PILDAT نے پارلیمنٹری بیز کی ایک کمیٹی بنائی تھی اور شاید میں واحد ممبر تھی کہ پچھلے پانچ سال جہاں کہیں پولیو ہم چلتی تھی مجھے وہاں ضرور جانا پڑتا تھا۔ تو وہاں جو مجھے انسافات ہوتے تھے کہ پیشون یہیٹ میں اس علاقے میں پولیو کے جو قطرے پلانے جاتے تھے انکے ورکر ز کچلاک سے آتے تھے۔ یہ میں خود بہ نفس نفیس یونیسف کی ٹیم اور ان لوگوں کے ساتھ as observer عام خاتون جاتی رہی ہوں تو یہ پلا دینا تو کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یہ بتادینا کہ وہ عمل کس طرح ہوتا ہے۔ تو PILDAT نے کمیٹی بنائی ہوئی تھی۔ جناب اسپیکر صاحب! اگر پھر پارلیمنٹری بیز کی کمیٹی بنادی جائے، جو ممبر جس علاقے سے elect ہو کر آتا ہے اسکو ذمہ داری دی جائے، آخروہ ووٹ لیکر آتا ہے اسکو اس علاقے کا head بنادیا جائے کہ بچوں کو جو پولیو کے قطرے پلانے جاتے ہیں انکو observe کرنا چاہیے۔ تو آپ سے میں گزارش کروں گی کہ اگر اس تحریک میں اس چیز کو شامل کر دیا جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ جو منتخب پارلیمنٹری بیز ہیں، وہ اپنا حق ادا کرنے میں کامیاب ہونگے۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں اس پر رائے شماری کرواتے ہیں۔ اگر کسی کو حرج نہ ہو تو، ویسے۔ ہاں جی ڈھیک ہے ڈاکٹر صاحب! آپ کو floor دی جاتی ہے۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر صاحب! کیونکہ ”جان ہے تو جہاں ہے“، پولیو وہ موزی مرض ہے جو ہماری نسلوں کو مفلوج کر دیتا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ 1921ء میں امریکن صدر، فرانکلن کو پولیو ہوا تھا۔ تو بھی بھی ترقی یافتہ ممالک تھے امریکہ سمیت، انہوں نے اس کے لیے بہت سے اقدامات اٹھائے اور ابھی جتنے بھی ممالک ہیں وہ سب پولیو سے پاک ہیں یا وائے بگلہ دیش، افغانستان اور پاکستان کے۔ جناب! انڈیا کی

آبادی ایک ارب سے زیادہ ہے لیکن وہاں ابھی تک پولیو کا ایک case بھی نہیں آیا ہے۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ پاکستان کے دوسرے صوبوں کی نسبت یہاں بلوچستان میں پولیوں کے cases ہمیں زیادہ تعداد میں مل رہے ہیں اور یہ ہمارے لیے بہت بڑا جیخ ہے۔ جناب! اگر پولیو ختم نہیں ہوتا یا پولیو کے بغیر جو ہم ٹیسٹ کروار ہے ہیں میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ ترقی یافتہ ممالک ہمیں بغیر ویزا کے نہیں چھوڑیں گے۔ اور میں اس قرارداد کی بھرپور حمایت کرتی ہوں۔ میں یہ سمجھتی ہوں جناب اپیکر صاحب! جو لوگ اپنے بچوں کو پولیوں کے قطرے نہیں پلواتے انکا ڈرائیونگ لائنس اور شاختی کارڈ منسون کیا جائے۔ کیونکہ یہ بہت بڑا ظلم ہے اپنے بچوں اپنی نسلوں کے ساتھ۔ اور جناب اپیکر صاحب! خانہ بدوش، جو ہمارے دورداز علاقے ہیں وہاں بھی ٹیکیں بھجوانے کا بندوبست کیا جائے۔ وہاں vaccines کو صحیح معنوں میں محفوظ رکھنے کیلئے کوئی اقدامات نہیں ہیں انھیں بھی محفوظ کیا جائے کیونکہ اگر پولیوں کے ڈرائیپس expire ہو جائیں تو انکا کوئی فائدہ نہیں۔ تو ان مسئللوں پر ہمیں زیادہ توجہ دینی چاہیے بالخصوص مکملہ صحت ابھی تک جن لوگوں کے ہاتھ میں تھا انہوں نے اس پر پوری توجہ نہیں دی۔ تو میں یہ گزارش کروں گی کہ اس پر مکملہ صحت، ہمارے خاندانوں اور ہمارے معاشروں کو توجہ دینے کی ضرورت ہے اور پولیو کے خاتمے کے لیے ہم سب کو اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

حاجی محمد خان لہڑی: جناب اپیکر صاحب! ہمارے علاقے میں تو۔۔۔

جناب چیرمن: لہڑی صاحب! kindly پہلے اجازت تو لیں از خود اگر اس طرح بولنا شروع کر دیں گے تو اسمبلی کے لیے اچھا نہیں۔ ایک بولے، دو آدمی بہیک وقت نہیں بول سکتے۔ اجازت لیں نوشیروانی صاحب!

اگر آپ مہربانی کریں بس نہیں مہربانی کریں زیرے کے بعد فلور آپ کو دینگے۔

Mr . Nasrullah Khan Zayray: Thank you Mr.Speaker.

جناب چیرمن: زیرے صاحب کو فلور دی جاتی ہے۔

جناب نصراللہ خان زیرے: مہربانی جناب اپیکر! چونکہ میں اس قرارداد کا محرک بھی ہوں اور پچھلے دنوں میں نے اسلام آباد میں اس حوالے سے ایک اہم سیمینار بھی attend کیا تھا۔ تو یقیناً پولیو ایک خطرناک مرض ہے جس طرح ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اس وقت دنیا میں صرف تین ممالک، پاکستان، نائجیریا اور افغانستان جہاں پولیو کا ابھی تک خاتمه نہیں ہوا۔ کا۔ نہیں! بگلہ دیش اس سے نکل گیا ہے۔ جناب اپیکر! یقیناً ایک دن پہلے جب اس موضوع پر یہاں بحث ہوتی تھی کہ بعض قومیں اب بھی ایسی ہیں جیسا کہ آج پشاور میں بہت بڑا واقعہ ہوا۔ پولیو کی ایک ڈسپنسری میں بچوں کو پولیو کے قطرے پلاۓ جا رہے تھے اس دوران ان پر حملہ ہوا جس میں

تقریباً آٹھو بیگناہ لوگ مارے گئے تو اس قسم کی صورتحال میں یقیناً ہم تمام مکاتب فکر کے لوگوں کو اس حوالے سے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے اور جو resolution آئی ہے ہم بیٹھ کر اسکو اور بہتر بنائیں۔ جیسے محترمہ نے کہا تو میں کہوں گا کہ اس قرارداد کو مختلف طور پر منظور کیا جائے۔ اور حکومت اس حوالے سے اقدامات اٹھائے۔

جناب چیرمن: نوشروانی صاحب! ابھی آپ بولیں۔

میر عبدالکریم نوشروانی: سر! پولیوایک موزی مرض ہے۔ ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اس وقت ملک میں صرف فوٹو سیشن ہو رہا ہے۔ جہاں بھی دیکھو کوئی ڈاکٹر کسی بچے کو قطرے پلا رہا ہے اس فوٹو سیشن کی ضرورت نہیں عملی طور پر کام کرنا ہے۔ جناب! بلوچستان میں 30 فیصد لوگ دیہاتوں میں اور 70 فیصد شہروں میں رہتے ہیں۔ شہروں کے لوگ اپنے بچوں کو ہسپتال پہنچادیتے ہیں یا پولیو کی ٹینیں گھروں میں آ کر قطرے پلاتی ہیں۔ مگر جو لوگ پہاڑوں اور دیہاتوں میں رہتے ہیں وہاں ان کا رہنا سہنا آپ تمام بھائیوں کو پتا ہے۔ اس بیماری کو کنٹرول کرنے کا واحد علاج یہ ہے کہ ڈاکٹروں کی ٹینیوں کو پابند کریں، ہر تین میٹنے بعد جوان کا کورس ہوتا ہے وہ دیہاتوں میں چلے جائیں۔ دیہاتوں میں اول تو ڈاکٹر صاحبان جاتے نہیں اگر جاتے ہیں تو اس وقت یہ میڈیسین بھی expire ہو جاتی ہیں ان میں اثر نہیں ہوتا۔ جو 30 فیصد لوگ باہر رہتے ہیں سب سے پہلے ان کی دیکھ بھال کرنی چاہیے اور اس عملی کام کرنا چاہیے۔ فوٹو سیشن، اخبار اٹھا کر دیکھیں ڈی ایچ او صاحب قطرے پلا رہے ہیں صرف اپنی promotion اور اپنی پوسٹنگ کے لیے۔ امریکہ اور یورپی ممالک صدیوں پہلے ہم سے اتنا زیادہ forward ہیں کہ ہم 10 فیصد بھی ان کے مقابلے میں نہیں آ سکتے۔ آپ اس کوئی شہر میں جا کر دیکھ لیں آپ کی تمام میڈیسینز دونمبر ہیں۔ آپکے ڈرگز انسپکٹر ہر مہینہ جا کر دس دس ہزار روپے میڈیکل سینٹروں سے لیتے ہیں اور رپورٹ دیتے ہیں کہ انکی میڈیسینز بالکل accept ہیں۔ آج کل اچھی کپنیوں کی genuine نہیں دونمبر دوایاں آ رہی ہیں۔ ہسپتالوں میں جا کر دیکھ لیں کیا حال ہے اس وجہ سے میڈیسینز اپنا اثر نہیں دکھاتیں۔ جناب! اسی لیے پولیو زیادہ تر بلوچستان کی دیہاتوں میں جنم لیا ہے۔

Thank you sir

جناب چیرمن: جی رحمت بلوج صاحب! thank you ایک منٹ۔ رحمت بلوج صاحب کو فلور دی ہے kindly، جب تک میں بیٹھا رہوں گا House کو بے ترتیب نہیں چلاوں گا یا میں نکل جاؤں گا۔ ایک منٹ آپ کچھ نہیں بولیں انکو فلور دی ہوئی ہے وہ بولیں گے۔

جناب رحمت علی صاحب بلوج: thank you اسپیکر صاحب! sir جہاں تک اس قرارداد کا تعلق ہے واقعی

ایک اہم اور ضرورت کی قرارداد ہے دنیا میں آپ دیکھیں بلکہ آج کے جدید دور میں انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ 2015ء کے بعد جو ملک polio free نہیں ہوگا اس کے لوگوں کو دوسرے ممالک کے لئے travelling کی اجازت نہیں ملے گی یا age کے حوالے سے انکو ایر پورٹ پر پکڑ کر قطرے پلانا یہ بھی تو ہیں ہے۔ جناب والا! دنیا میں صرف تین ممالک ہیں جیسے میرے colleague Nusratullah صاحب نے کہا۔ پاکستان، ناچیریا اور افغانستان۔ لیکن افغانستان نے اس پر جلدی کام کر کے 47 فیصد اس کو ختم کیا ہے اور پاکستان میں 44 کیسز ہیں۔ جہاں تک ہمارے صوبے کا تعلق ہے جناب اسپیکر! میں نے کئی دفعہ in-written ہے جو ذمہ دار ادارے ہیں WHO، یونیسف کوئی توجہ نہیں دے رہا ہے۔ میں اس بات کو واضح کروں کہ گورے ہمارے لوگوں کو کرپشن کا راستہ دکھاتے ہیں پھر ہم پر ہنتے ہیں۔ اور ہمیں اس مہلک بیاری کیلئے دیکھیں بھیک میں دیتے ہیں۔ لیکن اُس دن بحث میں یہ کہا گیا کہ کوئی نہیں جانتا کہ اس دیکھیں کو کتنے پر پر کھا جائے تاکہ وہ کار آمد ہو۔ جناب اسپیکر! گزشتہ پندرہ سال سے ہیلتھ ڈپارٹمنٹ میں یہ کاروبار کے طور پر کیا جا رہا ہے۔ پاکستان میں یہ 1994ء میں شروع کیا گیا تھا اور آج تک ہے افسوس یہ ہے کہ اس صوبے کے جو high risks ڈسٹرکٹس ہیں، پشین، قلعہ عبداللہ، چکلاں ڈسٹرکٹ کوئی نہیں میں ہیں، نصیر آباد اور جعفر آباد۔ گزشتہ ایک سال سے میرے خیال میں بلوچستان میں کیسز سامنے نہیں آئے۔ لیکن میں یقین سے کہتا ہوں کہ ان کیسزو یہ چھپا رہے ہیں۔ یا پتی کرپشن کو جو اخباری اور کاغذی ٹیم بنتے ہیں۔ جس طرح میر عبدالکریم صاحب نے کہا کہ صرف فوڈ ڈیسٹری拜شن کرتے ہیں۔ 2008ء سے، میں خود ڈسٹرکٹ پنجبور کے ان دیہاتوں میں گیا ہوں۔ وہاں ایک عورت نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ بچوں کو پولیو کے قطرے پلانے والی ٹیمیں پہلے آتی تھیں اب کہاں ہیں؟ میں آپکو یہ بھی واضح کر دوں کہ وہاں ان دیہاتوں تک دکلومیٹر آپ پیدل جائیں گے، گاڑی نہیں جاسکتی۔ اس کو اگر یہ لازمی قرار دیا جاتا ہے تو ان اسکو لوں میں تعلیمی حوالے سے کوئی محروم نہیں رہے گا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اسکے کو رسز پورے ہوں کو رسز بلکہ اس عمر تک اسکوں کا بچا آ جاتا ہے وہ کو رسز مکمل ہوئے ہیں اس کے پاس ایک کارڈ تو ہوگا یہ جو کرپشن مافیا ہیں جو dummy طریقے سے انہوں نے ٹیمیں تشکیل دی ہیں انکی روک تھام ممکن ہو سکے گی۔ دوسری بات جناب اسپیکر! افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، میں اپنے ڈسٹرکٹ کی بات کر رہا ہوں 2009ء میں پانچ ہزار پانچ سو سی اور بی کی دیکھنے تک کی تھیں اور کاغذوں اور اخباروں اور کاغذوں میں وہاں درج ہے کہ تمام دیکھنے پڑے ہیں میں وہاں چلائی گئی۔ اس طرح اگر ہم دیکھیں تو overall صوبے میں ہیلتھ کی کارکردگی ہے جو ہیلتھ کو تباہ کیا گیا تھا جو تجارت اور کاروبار کے طور پر ان لوگوں نے چلایا تھا ان سے ہم حق بجانب ہونگے۔

آپ جہاں جائیں تمام ڈپنسریز، R.H.C's, B.H.U's، اسکا شکریہ۔ میرے خیال اب اس پر باہر ملکوں میں چلے گئے ہیں کوئی ڈیوٹی کے لیے تیار نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: درست ہے۔ آپ نے قرارداد کے متعلق جو تجویز دیں اسکا شکریہ۔ میرے خیال اب اس پر رائے شماری کروائیں۔ رحمت بلوچ صاحب! کیونکہ شاہدہ روف صاحب اور ڈاکٹر صاحب نے بھی بولنا ہے۔

مسز شاہدہ روف: میں نے پہلے کہاں کہ میں اس قرارداد کی مخالفت میں نہیں ہوں میں آپ کے ساتھ کھڑی ہوں۔ آپ نے خود اپنے طور پر اس چیز کو define کر دیا۔ ہمیلت ڈیپارٹمنٹ کا قصور ہے کہ پولیوکی ویکسین نہیں پہنچ رہی ہیں۔ تو اس صورت میں ہم بچوں کو کیوں سزادے رہے ہیں کہ انکو تعلیم سے علیحدہ کر لیں۔ میں ادب کے ساتھ صرف ایک بات پوچھتی ہوں کہ اس بات کو clear کر دیں میں بھیں بیٹھ جاتی ہوں میں آپ کی حمایت میں کھڑی ہو جاؤں گی۔ میں یہ کہتی ہوں کہ اگر کسی بچے کے پاس اس کا کارڈ نہیں ہے تو کیا آپ اسکو اسکول میں admission نہیں دیں گے؟ بس بات ختم۔

جناب چیئرمین: آپ direct جواب نہیں دے سکتے جناب رحمت بلوچ صاحب! آپ تھوڑا اسمبلی کے decorum کا خیال رکھیں kindly اجازت لے کر بولیں۔ اب میں ڈاکٹر حامد خان اچکزی صاحب کو فلور دیتا ہوں۔ نوشیروانی صاحب! آپ بول کچے ہیں نہیں نہیں آپ نے اپنی تجویز دے دی۔ فلور ڈاکٹر صاحب کے پاس ہے، سردار صاحب! آپ کو موقع ملے گا۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزی: جناب اسپیکر! آپ کی بڑی مہربانی۔ یہ قرارداد بہت اہمیت کی حامل ہے اس میں اگر پورا ایوان اپنا share ڈال دے تو یہ ہمارا انسانی، قانونی، اخلاقی اور نرم ہی حق بتتا ہے کہ ہم پولیو جیسے موزی مرض سے اپنے بچوں کی دلکشی بحال کریں۔ اس ایوان میں جتنے بھی لوگ بیٹھے ہیں جب تک ہم پولیو کو eradicate کرنے کرتے تو ہمارے بچے اسیں بتتا ہو سکتے ہیں۔ جناب اسپیکر! ہم نے یہ باتیں بار بار کی ہیں آج پھر request کرتے ہیں اس کا تعلق ہمارے پختونخوا، پورے پاکستان کے ساتھ ہے۔ جب تک ہم امن قائم نہیں کریں گے پولیو کو eradicate نہیں کر سکتے۔ جناب اسپیکر! میں پہلے بھی اس پر بولا تھا۔ چلاک کے سینکڑوں مکانوں میں بھی باز بیٹھے بھی بناتے ہیں وہ پولیو والوں کو نہیں چھوڑتے۔ وہ refusal کے زمرے میں آتا ہے کہ جی ڈھائی سو گھرانوں نے refuse کیا ہے۔ یہی بھی باز چین اور یہاں پشتون آباد میں بیٹھے ہوئے ہیں کوئی اُنکا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ابھی جس طرح زیرے صاحب نے کہا کہ بلاں صاحب نے اپنے statistics تو فاٹا میں forger، جب سے یہاں بیٹھے ہیں لوگ اپنے گھروں کو نہیں جاسکتے اُنکے گھر محفوظ نہیں ہیں وہاں

ہمارے فوجی نہیں جاسکتے تو وہاں ہم کیسے پولیو کو eradicate کریں گے جب تک ہم اس دھشتگردی کو eradicate نہیں کرتے وہ بیچارے، کوئی ڈیرہ اسماعیل خان میں پڑا ہے کوئی پشاور میں۔ پھر گراف میں دوسری جو search تھی تین چار سال سوات میں جو معااملے ہو رہے تھے۔ تو ہم پولیو کو as a دھشتگرد، دھشتگردوں کے ساتھ منسلک کر کے eradicate کر سکتے ہیں۔ اور ایسے لوگ جو ہماری آرمی، ہمارے اداروں، ہماری بیور و کریسی یا ہمارے میڈیا میں ہیں جب تک انکا قلعہ قلعہ نہیں کریں گے جو اس فکر کے ہیں کہ دھشتگردی کو دوام دیا جائے، شاید اس میں ہم کامیاب نہ ہوں۔ دوسری بات جناب والا! کرپشن کی ہے۔ ابھی میری ذاتی رپورٹ ہے دو تین گھروں کی، فلاںی گھر پر لکھا ہے refusals 5۔ جب اُدھر لوگ گئے دروازہ کھٹکھٹایا کہ بھی آپ لوگ کیوں اپنے بچوں کو پولیو کے قطرے نہیں پلواتے؟ اور تمہارے مکان کے دروازے پر کیا لکھا ہوا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ اسیں ہمارا کوئی قصور نہیں۔ کرپشن کا یہ عالم ہے اگر میں پیر امیڈک ہوں یا ٹپچر پولیو پر میری ڈیوٹی لگاتے ہیں۔ دوسرے معاملہ یہ ہے میں اپنی چھ سات سالہ بچی کو کہ جاؤ یہ دے دو اسکے لئے تو ضروری ہے، لوگ انکار کریں گے تو وہ بھی refusals میں آ جاتے ہیں۔ ابھی آپکا ذمی انتیج آج سے تین چار سال پہلے ہمارے گاؤں کو دو دفعہ کہ جی عنایت اللہ کاریز میں ہم پولیو کے حوالے سے گئے اتنا پینے کے پانی کا خرچہ اتنا فلاںی چیز کا خرچہ۔ ایک بھی بندہ نہیں آیا تھا۔ تو اس کا دوسرا factor کرپشن ہے۔ تیسرا جو سردار صاحب نے کہا کہ پولیو کی ویسین کو جو مقررہ ٹپچر پر نہیں رکھا گیا تو اُس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ یہ request ہے اُن اداروں سے جو ٹپٹی کمشنز اُنکے انچارج ہیں، چیف سیکرٹری اُنکی monitoring کرتا ہے۔ یہ تمام چیزیں اگر انکے گوش گزار کرائی جائیں۔ تیسرا جو اسکوں کے داخلے کے ساتھ اس کو تھی کرنا، اسیں کچھ وضاحتیں ہوں۔ بھئی اگر کسی نے اپنے بچے کو پولیو کے قطرے نہیں پلوائے ہیں تو اُسکو داخلہ نہیں ملے گا؟ تو یہاں کسی نے تجویز پیش کی کہ اس کو اسکوں کے ساتھ منسلک نہیں کیا جائے۔ جناب اسپیکر! اس کو اسکوں کے ساتھ اس نے منسلک کیا جائے کیونکہ یہ موزی مرض 80% فیصد بچوں کو affect کرتا ہے۔ اور ہمارے ہاں یہ وائرس شاید 32 فیصد رہ گئی ہے اُسکو eradicate کرنا ہے۔ اور پھر انسانوں میں ایسی individual variations ہیں کہ کسی بچے کو آپ پلاسٹیکیں وہ پولیو وائرس antibodies بن جاتی ہے اُسکی resistance ہو جاتی ہے۔ ایسے بچے بھی ہیں جن کو اگر آپ آٹھویں بار پلاسٹیکیں تو شاید انکو بھی ہو جائے۔ تو اس کو تین dosages تک محمد و نہیں، اُس وقت تک جاری رکھنا چاہیئے جب تک اس وائرس کا قلعہ قلعہ نہ ہو۔ اور ابھی لوگ جو کیلئے جائیں گے تو پولیو والے خود پلاسٹینگے یا ایس پورٹ پر پلاسٹینگے۔ تو جناب والا! ہم شاید اس red zone میں ہیں جس طرح

ساتھیوں نے ذکر کیا کہ شاید، ہم پر پابندی لگ جائے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارے defence کیلئے جو مدد اُن سے مل رہی ہے یعنی دوسرے ممالک سے ہمیں قرض مل رہے ہوں یا امداد، شاید وہ اسکو پولیو کے ساتھ نہ تھی کر کے ہم پر پابندیاں نہ لگائیں اور اسکا امکان ہے۔ تو یہ میری گزارشات تھیں میں اسکی حمایت کرتا ہوں انتہائی اہم قرارداد ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی سردار مصطفیٰ صاحب۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: آپ کی مہربانی۔ جناب والا! پولیو سے متعلق جو قرارداد پیش ہوئی ہے کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ اور واقعی یہ مرض بچے کو ساری زندگی کے لئے اپنا بچ کر دیتا ہے۔ جناب والا! بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جس نے بھی یہ قرارداد پیش کی ہے اور اس پر انہوں نے اپنی دلائل دیں کہ اسیں کرپشن ہو رہی ہے۔ پولیو والے گھروں میں نہیں جاتے لوگ نہیں چھوڑتے ہیں سب کی یہی دلائل ہیں۔ جناب والا! بچوں کو اسکو میں داخلہ نہ ملنے والے نقطہ پر میرا اختلاف ہے۔ یہ لوگ خود کہہ رہے ہیں کہ اسیں کرپشن ہے کام صحیح نہیں ہو رہا ہے۔ قصور کس کا ہے؟ آیا اس بچے کا ہے یا اُسکے والدین کا؟ کہ ہم اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہے ہیں انتظامیہ اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہی ہے۔ اسیں کرپشن ہو رہی ہے لوگ نہیں جاتے ہیں اور اس قصور وار کو ہم سزا نہیں دیتے اور جس کا کوئی قصور نہیں سزا اس کو دیتے ہیں اور اس پر پابندی لگادیتے ہیں اور ان بچوں کی زندگی بر باد کر دیتے ہیں۔ ایک تو وہ ہشتگر دنالم جو اسکی مخالفت کرتے ہیں انکو چھوڑتے نہیں ہیں اور پولیو والے وقت پر گھروں میں نہیں جاتے۔ تیراڈ ہشتگر دپھر ہم لوگ ہوئے کہ ہم اپنے بچوں کو تعلیم سے محروم کر دیں اور ان پر پابندی لگائیں کہ آپ کو پولیو کا کارڈ لانا ہے پھر آپ کو داخلہ ملے گا۔ تو جناب والا! اس point کو میرے خیال میں اس قرارداد سے نکالنا چاہیے۔ کوئی اور تجویز دی جائے۔ جناب والا! ہم سب یہاں بیٹھے حقیقت بیان نہیں کر رہے ہیں۔ ہم بر اپنے حلقة کے حوالے سے بتائے کہ قصور والدین کا ہے یا ان ذمہ دار لوگوں کا جو قطرے پلانے کے لئے نہیں جاتے؟ جناب والا! ہم تو یہاں کے رہنے والے ہیں یہاں ہمارے ٹیچرز اسکوں نہیں جاسکتے ہم پاکستان کا جھنڈا نہیں لگا سکتے۔ ہم بر اپنے حلقة کے حالات کو منظر رکھتے ہوئے یہ کہہ سکتا ہے کہ وہاں پولیو ہم کرو سکتے ہیں یا نہیں؟ شکریہ جناب والا۔

جناب چیئرمین: سردار صاحب! کوئی رکن اگر اسیں ترمیم لانا چاہتا ہے وہ written in تجویز دے دے پھر اس پر House کی رائے لیں گے۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: اس طرح کا طریقہ کار، ظاہر ہے انتظامیہ ضلع کے level پر ہے۔ ڈی سی،

انتظامیہ ڈاکٹرز اور ممبرز ہمت کریں اُن سے ملیں۔ جس دن پولیو ہم شروع ہو گئی تمام ممبران اپنے اپنے علاقوں میں جا کر انکی مدد کریں کہ بھائی آپ پولیو کا پروگرام بنائیں۔ بھائی! ہم کوئی نہ میں میٹھے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے علاقے میں پولیو شروع ہے۔ نہیں کہیں بھی شروع نہیں ہے کوئی نہیں جاتا۔ یہ ذمہ داری ہر ممبر کی ہوئی چاہیے کہ وہ اپنے اپنے حلقوں میں جا کر کے اپنی انتظامیہ کے ساتھ میٹھے کر اس کی ترتیب بنائیں۔ لوگوں کو بتائیں ان کی ذمہ داری لگائیں کہ اپنے اپنے علاقوں میں پولیو کے قطرے بچوں کو پلانا ہے۔ جب آپ کسی کا دروازہ کھنکھائیں گے تو وہاں سے آپ کو جواب ملے گا۔

جناب چیئرمین: ایک منٹ سردار صاحب! جی فائدیاں صاحب۔

ڈاکٹر عبدالمالک بلوج (فائدیاں): جناب اسپیکر! چونکہ ہمارے کوئی نہ کے تمام سینئر ڈاکٹرز باہر گیٹ پر آئے ہوئے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری ذمہ داری ہے، کہ ایک دوسرا تھی ہر پارٹی سے جائیں۔ وہ ڈاکٹر عبدالمناف صاحب کے سلسلے میں آئے ہوئے ہیں، تاکہ اُنکے سلسلے میں آپ کی اجازت سے ہم جائیں۔

جناب چیئرمین: بالکل درست ہے۔ ڈاکٹر حامد اچنڈی صاحب اور سردار صالح بھوتانی صاحب، آپ بھی اُنکے ساتھ چلے جائیں۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: تو میں بیٹھ کے کوئی اچھا طریقہ نکالا جائے تاکہ اس پولیو ہم کو ہم آگے بڑھائیں اور لوگوں کی مشکلات کو حل کریں پھر ہم آئیں کامیاب ہو جائیں گے۔ یقیناً آپ کو معلوم ہے کہ ایک طرف سے ہمارے سیاسی لوگ کھڑے ہیں سیاسی پارٹیاں کھڑی ہیں جو پولیو کو نہیں چھوڑ رہی ہیں۔ یہاں اسمبلی میں سارے بیٹھے ہوئے ہیں وہ یہ کر رہے ہیں۔ ایک ایسی ترتیب بنائی جائے تاکہ بچوں کے مستقبل کا حل ہم نکالیں اور انکو تعلیم سے محروم نہیں کریں۔ تو جناب والا! میری رائے یہ ہے کہ یہ پواسٹ اس سے نکالا جائے باقی قرارداد جو بھی طریقہ ہے اُسی طرح اُسکو لایا جائے۔

جناب چیئرمین: جی محترمہ۔

محترمہ کشور احمد: جناب اسپیکر! پولیو و کریز پر آئے دن حملہ ہو رہے ہیں اُن کو protection، تحفظ دیا جائے۔ اور ان کو پانچ مہینے کی تاخوں ہیں ملی ہیں انکو تاخوں ہیں بھی دی جائیں۔

جناب چیئرمین: ok۔ جی مولا ناصاحب۔

مولوی معاذ اللہ موی خیل: جناب اسپیکر! سب سے پہلے میں یہ گلہ کرتا ہوں کہ ہمارے اراکین اسمبلی دو حصوں میں تقسیم ہیں۔ حکومتی پیپرز اور حزب اختلاف۔ اور اس بارے میں شاید پہلے حزب اختلاف کی طرف سے

ایک قرارداد بھی بنائی گئی تھی جو کہ پیش نہیں ہوئی۔ ڈاکٹر عبدالمناف صاحب کے حوالے سے ڈاکٹروں کے پاس جب ملنے جاتے ہیں تو حزب اختلاف کو اپنیکر کی طرف سے کوئی نمائندگی نہیں دی جاتی تو یہ میں نامناسب سمجھتا ہوں۔ دوسرا یہاں پولیو کے بارے میں جس دن پولیو کا افتتاح ہوا تھا تمام صوبے میں، اُس دن بھی اس پر شاید مفصل بحث ہو چکی ہے اور تمام ارکین نے اسکی حمایت کی ہے یہ ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے اور پولیو ایک ایسی بیماری ہے یہ جس کو لوگ جائے موت تک اُسے پریشان کر دیتا ہے۔ میرے خیال میں اس کی کوئی بھی مخالفت نہیں کرے گا وہ آدمی مخالفت کر لیگا جو اسکے مفاد سے واقف نہ ہو۔ جیسے ہمارے باہر کے لوگ ہیں کوئی کہتا ہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے یہ حرام ہے یہ باہر سے آتے ہیں اس طرح کی باتیں ہم اپنے علاقوں میں سنتے ہیں۔ سادہ لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں مثال کسی کی نظر میں سردار، پتا نہیں سردار اپنے بچوں کو پلاتے ہیں یا نہیں۔ یہ وفاقی مسئلہ ہے پورے صوبے میں، جہاں بھی کوئی گھر آباد ہے، ان گھروں تک یہ دوائی پہنچانے کا جو بھی طریقہ ہو اسکو آج کے بعد اختیار کیا جائے۔ اس قرارداد میں ایک شرط یہ بھی لگائی گئی ہے کہ جس بچے نے پولیو کا کورس مکمل نہیں کیا ہوا اسکو اسکول میں داخل نہیں دیا جائے۔ اور یہ بھی دیکھا ہے کہ آج سے پہلے جن بچوں نے تعلیم حاصل کی کسی روزگار کو حاصل کرنے کیلئے۔ جب انکو روزگار ملا تو ایک دو سال یا پانچ سال گزر جانے کے بعد ہمیشہ ہر دور کے حکمرانوں نے انکو پریشان کیا ہے کہ تمہارے لیئے فذ نہیں ہیں لہذا جس ملازمت پر تمہاری نامزدگی ہوئی ہے آپ اُسمیں نہیں ہیں ایک یہ پریشانی بھی ہم دیکھ رہے ہیں بغیر کسی بیماری کے۔ میرے خیال میں جو بھی مسئلہ ہو ہمارے ملک ہمارے صوبے میں اور ہمارے بھائیوں کو اُسمیں سہولت میسر ہوئی چاہیئے مشکلات سے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ اس بارے میں میری ایک تجویز اور گزارش ہے یقیناً اسکی کوئی مخالفت نہیں ہوئی چاہیئے ہم اس قرارداد سے متفق ہیں بغیر اس کے کہ اُسمیں کوئی مشکل نہ ہو۔ ایک گھر ہے کسی پہاڑ میں ہمارے صوبہ بلوجستان میں زیادہ تر لوگ پہاڑوں میں رہتے ہیں جیسے قرارداد میں ہے۔ ہمارے ضلع میں اسکول نہ ہونے کے برابر ہے۔ اگر اسکول نہ ہوتا وہاں پولیو والے نہیں جاتے لوگوں کو پتا بھی نہیں ہوتا۔ کوئی ایسا طریقہ بنانا چاہیئے کہ پولیو والے ہر گھر تک جائیں اور انکو پلانے پر آمادہ کریں کہ بھتی یہ تمہارے بچوں کے مستقبل کیلئے ضروری ہے۔ یہ شرط جو لگائی گئی ہے میں تو اس سے متفق نہیں ہوں۔

جناب چیئرمین: میں سمجھتا ہوں کہ اسکو wind-up کر دیں کیونکہ مزید کارروائی بھی ہے۔ کیا قرارداد نمبر ۷ اس amendment کے اسکو اسکولوں کے داخلے کے ساتھ منظور کی جائے یا original shape میں؟ اس پر ہم رائے شماری کروانی گے۔

سردار رضا محمد بڑھی: جناب اپنیکر! لیکن اسمیں ہمارے پاس 40 اور 45 کسیروں کا رہ ہوتے ہیں۔ یا تو یہ figures جو ہمارے پاس آتے ہیں یہ غلط ہیں یا ہم اتنے resistant ہیں کہ پولیو کا جو وائرس ہے وہ کام نہیں کرتا۔ اسی طرح جو آدمی وائرس کی وجہ سے بیمار نہیں ہوتا وہ resistant ہوتی ہے بلکہ carrier کی حیثیت سے وہ دوسرے کو transfer کرتا ہے۔ تو ہم نے اپنی اس قرارداد میں یہ بات یقینی ڈالی ہے کہ ہم بھی اسکو روک سکیں۔ کہ پولیو کا جو virus carrier ہے اُسکو ہم کس طرح بچاسکتے ہیں تاکہ یہ لوگوں کو transfer نہ ہو۔ تو ایسی بہت ساری ٹکنیکل چیزیں ہیں۔

جناب چیئرمین: سردار صاحب! ابھی تک ہم پولیو کی ویکسین نہیں پہنچاسکتے تو اسکے test کس lab میں کروانی گے۔ پہلے تو حکومت یہ یقینی بنائے کہ اسکے خلاف جو بھی protection آتی ہے اُسکو resistance دے دے۔ اور آپکے دوسرے ڈیپارٹمنٹس ہیں جیسے ڈپٹی کمشنز، منتخب نمائندے اور خاص کر آپکے ای ڈی او ہیلٹھ اور ایجوکیشن والوں کو بھی اسمیں شامل کر دیں اُنکی مرضی سے یہ سہولت ہم لوگوں تک پہنچائیں۔ اور ایسے واقعات جیسے ڈاکٹر حامد صاحب اور دوسرے اراکین نے کہا کہ resistance کے لئے اس سہولت سے کوئی بچہ محروم نہ ہو۔ کیا یہ قرارداد منظور کی جائے؟ ok--- (مدخلت) میڈیم! ایک بار اسمبلی کی کارروائی مکمل کر لیں۔ نہیں پہلے اسکو مکمل ہونے دیں پھر آپکا point of order میڈیم! ایک بار اسمبلی کی کارروائی مکمل کر لیں۔ مولانا صاحب! آپ نے لگھ کیا کہ اپوزیشن کو نہیں بھیجا گیا ہے اگر آپ اُنکے ساتھ share کرنا چاہیں تو بڑی خوشی ہوگی آپ اُنکے پاس چلے جائیں یہ ٹیم جو وہاں ڈاکٹروں کے ساتھ بات کرنے گئی ہے۔ واقعی میرادھیان اس طرف نہیں تھا۔--- (مدخلت) جی ہاں چیف منسٹر صاحب نے اسی طرح کہا ہے۔ مشترکہ قرارداد نمبر 7 منظور ہوئی۔ اگلی قرارداد، نواب محمد خان شاہ وانی صاحب صوبائی وزیر، میر غلام دشیر بادینی صاحب اور میر جیب الرحمن محمد حسنی صاحب، اراکین صوبائی اسمبلی میں سے کوئی ایک محرک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 8 پیش کرے۔ جی خالد لاگو صاحب۔

مشترکہ قرارداد نمبر 8

میر خالد لاگو: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ ”یہ ایوان وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ضلع قلات کی تحصیل منگر کی دیہاتوں کو سوئی گیس فراہم کرنے کیلئے فوری اقدامات اٹھائے۔ تاکہ منگر کے عوام کا یہ دیرینہ مطالبہ پورا ہو سکے۔ کیونکہ گز شستہ حکومتوں نے مستونگ اور قلات کو تو گیس فراہم کی ہے لیکن دونوں شہروں کے درمیان واقع

تحصیل منگر کو اس سہولت سے میسر نظر انداز کیا ہے۔ مزید یہ کہ مستونگ کے علاقے دشت، تیرہ میل، درمنگڑھ اور کھڈگوچ کے علاقے کنڈ عمرانی کو بھی ماضی میں نظر انداز کر کے قربی آبادیوں کو گیس فراہم کی گئی ہے، لہذا اس انتیازی سلوک کا فوری خاتمہ کرتے ہوئے مذکورہ علاقوں کو بھی گیس فراہم کی جائے۔

جناب چیئرمین: مشترکہ قرارداد نمبر 8 پیش ہوئی۔ اگر محکمین میں سے کوئی اسکی موذ و نیت پر بولنا چاہے۔

پہلے محکمین میں سے جنہوں نے پیش کی ہے آپ پیش بعد میں بات کر سکتے ہیں۔ جی منظور صاحب۔

جناب منظور احمد خان کا کڑ: جناب اسپیکر! گیس اسی صوبے سے نکلتی ہے۔ منگر، قلات ان علاقوں کو جہاں گیس نہیں ہے اُنکو دینی چاہیے۔ گیس ڈیرہ بگٹی سے نکلتی ہے، بگٹی صاحب چلے گئے، وہاں بھی گیس نہیں ہے۔ اسی طرح انگرگ اور پتوں بیلٹ میں جہاں جہاں گیس نہیں ہے اسکو پورے صوبے کا مسئلہ بنا کر ایک ہی دفعہ لایا جائے یہ میری suggestion ہے۔

جناب چیئرمین: نہیں اگر آپ کوئی ترمیم پیش کرنا چاہتے ہیں تو لکھ کر کے دے دیں تاکہ اُسکے مطابق پھر ایوان سے اُسکی رائے شماری کروائے کہ اس ترمیم کے ساتھ یا original shape میں منظور کرنا چاہتے ہیں؟

میر عبدالکریم نوшیروالی: جناب اسپیکر! انہوں نے محکمین کو by-pass کر دیا ہے۔

جناب چیئرمین: نوшیروالی صاحب! اگر انہوں نے movers کو by-pass کر دیا ہے آپ اسپیکر کو by-pass کر رہے ہیں۔ جی آپ wind-up کریں۔

جناب منظور احمد خان کا کڑ: جناب اسپیکر! میں wind-up کرتا ہوں اگر وہ مجھے چھوڑ دیں۔

جناب چیئرمین: جی۔

جناب منظور احمد خان کا کڑ: جیسے کریم صاحب نے کہا کہ انکو by-pass کر دیا ہے۔ میرے کہنے کا مقصد جو تھا وہ میں نے کہہ دیا کہ جہاں سے گیس نکلتی ہے ہمارے صوبے سے، سوئی سے وہاں لوگوں کو یہ سہولت میسر نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: اگر آپ ترمیم پیش کرنا چاہتے ہیں تو لکھ کر کے بھجوادیں تاکہ اُس پر رائے شماری کروائیں کہ ترمیم کے ساتھ یا اسکو original shape میں منظور کر دیں۔

جناب سنتوش کمار: جناب اسپیکر! سوئی سے گیس 1952ء میں نکلی ہے اور پشاور، اسلام آباد اور دوسرے علاقوں میں پہنچ چکی ہے لیکن سوئی کے لوگ ابھی تک اس سے محروم ہیں۔

مسز شاہدہ رووف: جناب اسپیکر! منظور کا کڑ صاحب نے بالکل صحیح کہا کہ اسکو پورے صوبے سے link

کردیا جائے اور اسیں یہ amendment لائی جائے۔ اسیں ایک اور یادداہی میں کراول گی کہ ہماری پارٹی نے ----

جناب چیریمن: آپ لکھ کر بھجوادیں۔

مسز شاہدہ رووف: جناب! اس میں اندر گوئی شامل کیا جائے۔

جناب چیریمن: نہیں نہیں آپ amendment لکھ کر بھجوادیں۔ تاکہ میں House سے اس پر رائے شماری کروالوں۔ کیونکہ قانون یہ ہے کہ کوئی بھی معزز رکن اگر اسیں amendment پیش کرنا چاہتا ہے تو وہ بھی House کے سامنے رکھی جاتی ہے پھر House کی مرضی ہے کہ اکثریت جس طرف جائے اُسی میں منظور کرنا پڑتا ہے original shape میں یا amended shape میں۔ کوئی بھی معزز رکن زبانی تجویز نہیں دے اسکو لکھ کر سیکرٹری کے پاس بھجوادیں۔

مسز شاہدہ رووف: جناب اسپیکر! اسیں ایک چیز اور add کرو گئی کہ چھپلے tenure میں اسی قسم کی دو قراردادیں ہماری پارٹی ہم نے یہاں سے پاس کروائی تھیں اور مجھے بڑی شکایت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ unfortunately ہماری مشترکہ قراردادوں پر بھی کوئی عمل نہیں ہوا تو please اس چیز کو بھی آپ اپنے نوٹس میں رکھیے گا۔ لیکن ہماری قراردادوں کا کیا حشر ہوتا ہے وہ ہم سب کو پتا ہے۔

جناب چیریمن: وہ گورنمنٹ کے اوپر ہے قرارداد binding نہیں ہوتی ہے۔ وہ گورنمنٹ کیلئے ایک تجویز ہوتی ہے جو اسمبلی کی طرف سے آتی ہے۔ تو وہ پرانش گورنمنٹ سے اگر تعلق رکھتی ہو۔ جی بادینی صاحب ایک منٹ، مختصر کر دیں۔

حاجی غلام دشیر بادینی: شکریہ جناب اسپیکر صاحب! جیسے کہ ساتھیوں نے کہا کہ اسیں amendment ہو۔ میں نہیں سمجھتا ہوں میرے خیال میں جن کے areas میں ہمارے جوار اکیں ہیں، لامحالہ یہ مسئلہ سب کا ہے۔ تو پورے صوبے کے حوالے سے میرے خیال میں نوشکی کا بھی اس میں add کرتا چلوں۔ کہ گیس کا ذخیرہ ہونے کے باوجود وہاں ٹینکروں کے ذریعے، ہمارے سابق ایم این اے صاحب نے لوگوں کو اسیں relief دینے کی کوشش کی کئی کلومیٹر، جس میں کلی جمالداری، کلی بادینی، کلی مینگل اور قادر آباد، کئی کلیوں تک انہوں نے آٹھ آٹھ انج کی پائپ لائیں بچھاوائیں۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے جناب اسپیکر صاحب! ہمارے areas میں جنگلات ختم ہو چکے ہیں اور نہتان سے جو گیس آتی تھی آج کل اس پر بھی اتنی سخت پابندی لگائی گئی ہے کہ وہ ہم استعمال ہی نہیں کر سکتے۔ تو جناب اسپیکر صاحب! میں تو یہی اپنے حوالے سے جیسے کہ ساتھیوں نے

کہاں میں ترمیم کی جائے۔ گیس بندی ضرورت ہے اس جدید دور میں، ہمارے نوٹگی میں میرے خیال میں صرف اور صرف گیس پائپ لائین بچائی گئی ہیں۔ تو آپ سے یہی گزارش ہے کہ یہاں کوئی میں گیس کمپنی کا جو G.M. ہے اسکو بولا کے صوبہ کے حوالے سے، جیسے منظور کر صاحب نے کہا تو اغبرگ، منگر اور آس پاس کے جتنے ڈسٹرکٹس ہیں plus صوبے کے، تو اس کو بولا کراس سے پوچھا جائے کہ 14-2013ء میں انہوں نے کونسے ڈسٹرکٹس select کیے ہیں۔ تاکہ جو سُست روی کا شکار ہیں جن پر کام نہیں ہو رہے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ تیزی سے کام ہوں تاکہ ہمارے areas جو رہ گئے ہیں لوگوں کو سہولت مل جائے۔

جناب چیئرمین: اسکا طریقہ کاری یہ ہے کہ پرانش گورنمنٹ اسکوفیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ discuss کرے اور اسکو بتائے کہ یہ یہ areas ہیں جنکا حق بتا ہے اور یہ ابھی تک گیس سے محروم ہیں۔ کیونکہ لوکل آپکا GM جو ہے اس کو تو صرف implementation کی حد تک اختیارات ہیں اس سے زیادہ نہیں۔

حاجی غلام دشکنر پادنی: لیکن اپیکر صاحب! اس میں تو ہمیں پتا چل سکتا ہے کہ 14-2013ء میں ہمارے کون سے areas ہونے ہیں۔ جیسے بجٹ کے حوالے سے یہاں amendment کرتے ہیں یا اس میں ہم change لاسکتے ہیں وہ ہمیں پتا ہے۔ فیڈرل کے حوالے سے بھی ہمیں پتا ہو کہ آیا اس میں مزید کیا کام ہو گا۔

جناب چیئرمین: شکریہ جناب۔ نواب شاہوانی صاحب۔

نواب محمد خان شاہوانی (صوبائی وزیر): اپیکر صاحب! جن علاقوں کا ذکر کیا گیا یہ belt زیارت سے شروع ہوتا ہے، کوئی مستونگ، قلات بالخصوص، یہ شدید سرد علاقے ہیں۔ ان علاقوں کے لوگوں نے جو باغات لگائے ہیں یا انکی زمینداری ہے۔ اس سے قبل جب یہ ٹوب ویل وغیرہ نہیں تھے تو ان علاقوں کے اکثر لوگ نیچے علاقوں کچھی اور نصیر آباد کی طرف جاتے تھے ان کی وہاں بھی زمینیں ہیں۔ لیکن جب سے انہوں نے باغات اور باقی کاروبار، ملازمتوں کو اختیار کیا ہے۔ تو اس وقت سے یہ لوگ کچھی اور گرم علاقوں کی طرف نہیں جاتے۔ اور جس کی وجہ سے ہمارے پہاڑوں میں تھوڑا بچا کچھا، کیونکہ ہمارے اس belt کے پہاڑوں میں نہ تو کوئی جنگلات ہیں نہ کوئی بڑے درخت ہیں تو جو بچا کچھا تھا وہ بھی انہوں نے ختم کر دیا۔ اور اب وہ جلانے کیلئے باغوں کی شاخ تراشی حصہ زیادہ کرتے رہتے ہیں۔ تو ان علاقوں کے لوگوں کو مزید تکلیف اور مشکلات سے بچانے کیلئے بالخصوص جو منگر belt ہے بہت زیادہ آبادی کا ہے اور سینکڑوں گھروں پر مشتمل ہمارے گنڈ عمرانی، ببری اور درینگڑھ۔ افسوس اس بات کا کہ پچھلی حکومت میں کا نک تک گیس پہنچائی گئی لیکن 2,3 کلومیٹر کے فاصلے پر درینگڑھ اور ببری کوئی نہیں دی گئی۔ تو اس کیلئے گزارش یہ ہے کہ اسکو منظور کیا جائے کہ ان علاقوں کو فوری

طور پر گیس دی جائے تا کہ ان لوگوں کے باغات مزید جلانے سے فتح جائیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ، جی سردار محمد اسلام بنجوا صاحب۔

سردار محمد اسلام بنجوا: جو قرارداد ساتھیوں نے پیش کی اگر ہم اسی کو منظور کریں تو بہتر ہے۔ کیونکہ قلات اور مستونگ میں گیس ہے درمیان میں ان دو جگہوں کھٹکوچ اور منگچر میں نہیں ہے۔ اگر ہم پورے بلوچستان کا کر دیں ضرورت تو سب کو ہے۔ تو مہربانی کر کے یہ جو قرارداد ہمارے دوستوں نے پیش کی یہ بالکل جائز ہے۔ یہ تو ان لوگوں کی شرافت ہے اگر کوئی اور ایریا یا ہوتا تو وہاں سے گیس لائی بھی نہیں چھوڑتے۔ مہربانی کر کے اس قرارداد کو اسی شکل میں پاس کیا جائے۔ وہاں کوئی اور قرارداد ہم لائیں گے وہ تو پورے بلوچستان کی بات ہے۔ جیسے ہمارے دوست نے کہا کہ سوئی میں ابھی تک گیس نہیں ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان لوگوں کے ساتھ زیادتی ہے کہ اس طرف اور اس طرف گیس ہے اور درمیان ان دو جگہوں کو چھوڑا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسکو اسی طرح پاس کیا جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی منظور کا کڑ صاحب۔

جناب منظور احمد خان کا کڑ: ایک قرارداد بینک قرضوں کے حوالے سے آئی تھی اس میں ہم نے پورے صوبے کا شامل کیا تھا کہ یہ سب کا مسئلہ ہے۔ سردار صاحب کی بات بالکل سراں گھوٹوں پر لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اگر چالیس سال سے کوئی شہر میں گیس ہے اور اگر بگ میں نہیں ہے تو انکا کیا گناہ کیا وہاں سے پائپ لائیں نہیں گزرتی۔ جو آس پاس کے علاقے ہیں جیسے ہندہ اوڑک، یہ کینٹ سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر بھی نہیں ہے۔ کیا انکا حق نہیں ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ یہ سب کا مسئلہ ہے۔ جناب اسپیکر! جب ایک مسئلہ آیا ہے تو ہم مل کے اسکو آگے بڑھائیں۔ اگر منگچر کیلئے ایک فائل اسلام آباد move ہو گا وہاں سے permission ملے گی، کیونکہ پرائم منستر صاحب نے اس پر ban لگایا ہوا ہے کہ ہم نئے لئکشن بالکل نہیں دیں گے۔ تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ اسکوں کے وہاں لے جائیں، اگر وہاں سے permission ملتی ہے تو پورے صوبے کو ملے۔ کیونکہ پورا صوبہ اس وقت اس سے دوچار ہے۔ یہ صرف منگچر کا مسئلہ نہیں جناب اسپیکر! یہ پورے صوبے کا مسئلہ ہے۔ یہاں اگر ہم ایک کلومیٹر کیلئے بات کریں تو وہ بھی اسلام آباد یا ہید آفس کراچی بھیجتے ہیں۔ تو ہم چاہتے ہیں کہ جتنے بھی مسائل ہیں یہ مشترک طور پر ہوں۔ 9 تاریخ کو تو اسی لئے ہم لارہے ہیں۔ Thank you جناب اسپیکر!

جناب چیئرمین: اگر کوئی amendment پیش کرنا چاہتا ہے تو وہ لکھ کر کے دے دیں۔ جیسے ایک amendment میرے پاس لکھی ہوئی آئی ہے۔ میڈیم! آپ بولیں پھر نواب صاحب بولیں گے۔

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: جس طرح ساتھی بات کر رہے تھے کہ یہ بہت ہی اہم نویجت کی قرارداد ہے۔ جیسے سردار محمد اسلم صاحب نے کہا کہ یہ تو ان لوگوں کی شرافت ہے۔ اب اس سے آپ اندازہ لگائیں۔ جاوید جبار صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ بلوچستان کی جو محرومیاں ہیں یہاں جو لوگ چیختے ہیں، وہ ایسے نہیں چیختے اسکے پیچھے بہت ہی strong logic اور ایک history ہے۔ گیس جو کہ صوبہ بلوچستان سے نکلتی ہے اور یہاں کے عوام کو ابھی تک اس سے محروم رکھا گیا ہے۔ یہ اسی صوبے کے resources ہیں اور اسی صوبے کی گیس ہے جو اس صوبے کو چھوڑ کے دوسرا صوبوں کے عوام اس سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں ان کی فیکٹریاں اس سے چل رہی ہیں لیکن ہمارے اپنے گھر کے چوہے بجھے ہوئے ہیں۔ تو یہ میرے خیال میں یہاں کے عوام کے ساتھ زیادتی ہے۔ اس سے پہلے بھی یہاں میرا experience رہا ہے کہ قرارداد یہ پیش ہوتی رہی ہیں لیکن ان پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوا ہے مجھے یہی لگتا ہے۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: میں نے اُسکی وضاحت کر دی کہ قرارداد mandate نہیں وہ ایک تجویز ہوتی ہے آپ اپنی تجویز دے دیں۔

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: اپنیکر صاحب! آپ اس پرولینگ دے دیں کہ اب چونکہ سر دیاں آرہی ہیں۔ نواب محمد خان شاہوانی صاحب نے بہت ہی polite انداز میں اپنا مدد عاپیش کیا کہ یہاں جنگلات نہیں ہیں، پہاڑوں میں لکڑیاں بھی ختم ہو چکی ہیں، تو ہمارے عوام اب کہاں جائیں کیسے اپنے گھروں کے چوہے جلا کیں؟ اس پر میرے خیال میں فوراً عمل کیا جائے اور یہ صرف ایک علاقے کا مسئلہ نہیں یہ پورے بلوچستان کا مسئلہ ہے۔ Thank you.

جناب چیئرمین: شکریہ۔ نواب محمد ایاز جو گیزی صاحب۔

نواب محمد ایاز خان جو گیزی: Honorable Thank you Mr. Chairman. میرے colleagues نے گیس کے حوالے سے قرارداد پر اپنی تجویز دیں۔ کیونکہ یہ ہمارے صوبے کے elected Members نئی اسمبلی منتخب ہوئی، تو دوسرے سیشن میں ہم واپڈا کے متعلق ایک قرارداد لائے۔ جو کہ اس وقت بھی کا مسئلہ بہت ہی مگبیر ہو چکا ہے اور دو گھنٹے ہمیں بھلی مل رہی ہے۔ اس قرارداد کو ہم نے کہاں تک پہنچایا اس پر کہاں تک عمل ہوا؟ آج پھر ایک قرارداد آئی ہے گیس کے متعلق۔ اس پر تو اچھی تجویز آتی ہیں ہمارے ساتھی اس پر اچھی تقاریر تو کر لیتے ہیں جہاں پاپ بجھے ہوئے ہیں جہاں گیس کے پاپ پہنچائے گئے ہیں، اُن میں گیس نہیں

ہے۔ پشتوں آباد میں گیس نہیں ہے کوئی شہر میں ہے۔ دہمہ اور جنوری کے مہینے میں بہاں سخت سردی پڑتی ہے تو گیس کی لوڈ شیڈنگ شروع ہو جاتی ہے اور یہ نئے کٹشن مانگ رہے ہیں۔ بھلی دو گھنٹے ملتی ہے یہ نئے گاؤں کو بجلی دے رہے ہیں۔ پہلے تو ہمارے صوبے کی گیس کا جو حصہ بتا ہے وہ ہمارے صوبے کو پورا لمنا چاہیے۔ اس صوبے سے گیس نکل رہی ہے بہاں گیس نہیں ہے۔ پائپ بچھائے گئے ہیں اُسمیں گیس نہیں ہے اور ہم نئے کٹشن نئے علاقوں کیلئے گیس مانگ رہے ہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ پہلے ایسی قرارداد لائیں کہ ہمارے صوبے کو مکمل گیس ملے اور پھر ہم نئے کٹشن لے لیں یہ میری تجویز ہے۔

جناب چیئرمین: آئین کے تحت کہ جس صوبے سے جو وسائل نکلتے ہیں سب سے پہلے اُس صوبے اور اُس علاقے کا حق بتا ہے۔ جی میر عاصم صاحب۔

میر محمد عاصم کر گیلو: مہربانی اسپیکر صاحب۔ ہمارے colleagues نواب شاہوانی صاحب، خالد لانگو صاحب، غلام دستگیر بادینی صاحب اور مجیب صاحب نے جو قرارداد پیش کی ہے۔ آپ اسمبلی کاریکار ڈٹھا کے دیکھ لیں 1990ء سے اب تک اسمبلی میں ہم آرہے ہیں، اس طرح کی قراردادیں کئی دفعہ پیش ہوئی ہیں۔ اسپیکر صاحب! بات ہے عملدرآمد کی، آج تک ان پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوا ہے۔ اسپیکر صاحب! یہ قرارداد واقعی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ بلوچستان کے جو ہمارے سرداریں علاقے ہیں وہاں تنگی 14 اور 15 تک سردی چلی جاتی ہے۔ اسپیکر صاحب! ابھی جیسے ہمارے colleague سردار محمد اسلم بن جو اور کاٹھر صاحب نے کہا کہ بلوچستان کے ہر ڈسٹرکٹ کو، ہر کلی گیس کی ضرورت ہے یہ نہیں کہ آج منکر کو ضرورت ہے تو کل زرد منکر والے کہیں گے کہ ہمارے نزدیک ہے ہمیں بھی اسکی ضرورت ہے۔ جیسے نواب شاہوانی صاحب نے کہا کہ کا نک میں ہے اور درینگ کروڑ میں نہیں ہے۔ لامحالہ کل شیخ واصل میں بھی اسکی ضرورت پڑی گی۔ اسپیکر صاحب! اس قرارداد کو سارے مشترکہ اسمبلی کی ترمیم کر کے سارے بلوچستان کیلئے بنائیں۔ اور بلوچستان کے سارے ڈسٹرکٹس کیلئے اور بلوچستان کے جتنے بھی گاؤں ہیں اُنکے لئے بنائیں تو بہتر ہو گا کیونکہ جو گیس بلوچستان سے نکل رہی ہے اُس کی مقدار بھی کافی کم ہوئی ہے اور پنجاب میں جو فیکٹریاں گیس پر چل رہی تھیں اُنکو بھی نہیں مل رہی ہے۔ گیس تو ابھی ختم ہونے والی ہے۔ تو اسپیکر صاحب! بلوچستان کے جتنے بھی ڈسٹرکٹس ہیں اور اُنکے جتنے بھی گاؤں ہیں یہ سارے important ہیں اور ساروں کو اس کی ضرورت ہے اور اُنکے لئے میرے خیال میں ایک مشترکہ قرارداد بنائیں اپنے ساتھیوں کی صلاح سے تو بہتر ہو گا۔

جناب چیئرمین: جیسے نواب صاحب نے کہا کہ آئین کے آرٹیکل 158 کے تحت ان علاقوں کو ترجیح دی

جائیگی جہاں سے قومی دولت نکلتی ہے۔ جیسے گیس صوبہ بلوچستان سے نکلتی ہے تو صوبہ بلوچستان کو ترجیح دی جائے۔ ویسے تو اسمبلی مشورہ یہ ہے کہ بڑی اچھی طرح highlight تھی ہوا ہے معزز ممبران صاحبان نے اپنی اپنی رائے دی ہیں۔ کیونکہ صوبائی حکومت نے فیڈرل حکومت کے ساتھ اٹھائے تو اسمبلی میں اس کو highlight ہونا ہوتا ہے۔ basically اسے اسے کی قرارداد وہ کسی بھی طور پر binding نہیں ہوتی اس میں مسئلہ highlight ہو جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اچھی طرح highlight ہوا ہے۔ اب صوبائی حکومت اسکو فیڈرل حکومت کے ساتھ take up کرے کہ ہمارے صوبے میں کی ہے اسکو پورا کیا جائے۔

میر محمد عاصم کردگیلو: اسپیکر صاحب! آپ اسمبلی کاریکارڈ نکالیں کہتنی دفعہ پیش ہوئی ہے؟

جناب چیئرمین: پیش ہوئی ہے۔ اور آج بھی پیش ہو جائیگی، ضروری نہیں کہ اس پر عملدرآمد ہو۔ لیکن highlight ہونا ضروری ہے۔ مختصر کریں اور بھی کارروائی ہے۔

سید آغا یافت علی: مختصر کرتا ہوں جناب۔ اس قرارداد کو من و عن اسی طرح یہ House پاس کرے۔ تاکہ اس علاقے کو مجھے اس اسمبلی میں تین مہینے میں یہ تحریک ہو اے کہ جس قرارداد کو کسی نے fail کرنا ہو تو وہ کہتا ہے کہ اسکو اسمبلی شامل کر دیں۔ حبیب اللہ کوشل کے متعلق میں نے ایک قرارداد پیش کی تھی اسے میں لوگوں نے رکھنے والے کسی نے اوقیع کا کہا کسی نے کس کا کہا۔ وہ قرارداد آج تک آگئیں جائیکی اور اس پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوا بلکہ یہ بھی سناء ہے کہ جس قرارداد کو fail کرنا ہو اس کو اسمبلی میں defer کیا جاتا ہے۔ (ڈیسک بجائے گئے) تو میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ سابق قراردادوں کا بھی یہی انجام ہوا ہے۔ آپ اس قرارداد کو من و عن پیش کریں۔ بلوچستان کا جو کوئی ہے، 808MMCDF گیس ہم پیدا کر رہے ہیں۔ اور بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارا کمرشل consumption 0.0% ہے۔ اور ہمارا domestic consumption 0.03% ہے۔ اور ہم 808 اس حالت میں بھی پیدا کر رہے ہیں۔ ہمارا حق بتا ہے کہ ہمیں یہ دیا جائے۔ میری گزارش ہے کہ اسکو پاس کیا جائے۔ اور یہ لکھا جائے کہ ہمیں ہمارے کوئی کے مطابق گیس دی جائے تاکہ ہماری گیس کا کوئی پورا ہو سکے۔

جناب چیئرمین: آپ کی اچھی تجویز ہے۔ آپ نے figures جو پیش کیئے یہ بڑی ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر شمع اسحاق بولیں پھر بابت لا لا آپ کو دیتے ہیں۔ ایک تو آپ سنتے نہیں ہیں تو ہم کیا کریں۔ ڈاکٹر صاحب! آپ بیٹھ جائیں بابت لا لا کو بولنے دیں کیونکہ وہ ہماری بات نہیں سن رہے ہیں۔

جناب عبداللہ جان بابت: ہمارے ضلع اور الائی کی approve پہلے ہوئی تھی via زیارت، سنجاوی اور

لورالائی اسکے بعد قلعہ سیف اللہ، ثواب۔ ہم کہتے ہیں کہ گیس سب کا حق ہے۔ یہاں سے اگر گیس پنجاب کے ہر شہر میں۔ سٹوڈنٹ life میں جب ہم پنجاب جاتے تھے تو وہاں گیس دیکھ کے حیران ہوتے تھے کہ کیسے خود بخود آگ جلتی ہے۔ اسکے علاوہ ایک فوری نویعت کا مسئلہ۔ چیزِ میں صاحب! اپنے صاحب نے یہ رونگ بھی دی تھی کہ اجلاس کے دوران تمام سیکرٹری صاحبان موجود ہوں۔ مگر آج پھر کچھ ڈیپارٹمنٹ کے نمائندے نہیں ہیں۔ میں آپ سے گزارش کروں گا آئندہ اسمبلی کی کارروائی کو یہ لوگ سنجیدہ لیں۔ ابھی ہم گیس پربات کر رہے ہیں انکا کوئی نمائندہ نہیں ہے۔ ہم جو کہہ رہے ہیں کہ مرکز میں جو ہماری سروسری ہیں واپڈا کا تو کوئی آدمی آتا نہیں ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ جس دن اسمبلی کی کارروائی ہو تو تمام مکملوں کے سیکرٹری صاحبان ادھر حاضر ہوں۔ اگر کوئی کسی وجہ سے یا کہیں دورے پر گیا ہو تو اسکے نیشنل سیکرٹری موجود ہو نہیں ہے کہ وہ اپنے نمائندے کو بھیج دیں۔ یہ تمام کارروائی، پھر ہم جا کر ان سے پوچھیں گے کہ ہم نے جو اسمبلی میں بولا ہے واقعی آپکے پاس کوئی ریکارڈ ہے یا نہیں؟ ایسے تو نہیں ہونا چاہیے کہ ہماری باتیں ہوتی رہیں اور ان پر عمل نہ ہو۔

جناب چیزِ میں: بابت صاحب! اسمیں اگر تمام کو آپ حاضر نہیں کر سکتے لیکن یہ ضرور ہونا چاہیے کہ اسمبلی میں مسئلے سے متعلقہ ملکے کا نمائندہ ہو۔

جناب عبداللہ جان بابت: آج میرے خیال میں Home کا نمائندہ نہیں ہے میں تو دیکھ رہا ہوں۔

جناب چیزِ میں: آج کی گیس کی قرارداد اس سے related ہے۔

جناب عبداللہ جان بابت: ہوم سیکرٹری ہے نہ ایڈیشنل سیکرٹری نہ دوسرے ہیں۔

جناب چیزِ میں: عبدالکریم نوшیر وانی صاحب! اسکے بعد آپ کو موقع دیں گے۔ آپ بات سننے ہیں نہ بابت لالا۔ ہم حیران ہیں آپ دوسرے کو بھی بولنے دیں۔ بابت لالا! آپ بات ختم کر دیں۔ جی نوшیر وانی صاحب پہلے آپ بولیں۔

میر عبدالکریم نوшیر وانی: ہمیں تو افسوس ہے کہ آپکے صوبے کی جتنی قراردادیں یہاں سے چلی جاتی ہیں، وفاق میں ان پر implement نہیں ہوتا۔ پہلے تو یہ ہے کہ نیشنل اسمبلی میں آپ کے ایم این اے اور سینٹ میں آپکے سینیٹریز جو بیٹھے ہوئے ہیں، انکا کیا function ہے۔ یہ صوبے کا subject نہیں ہے گیس، واپڈا، ریلوے، پی آئی اے اور ایف آئی اے یہ وفاقی ملکے ہیں ہمارے نمائندے وہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں 85ء سے آرہا ہوں واپڈا اور گیس کے خلاف اسی وقت سے قراردادیں چلی آ رہی ہیں، آج تک اُن پر implement نہیں ہوا ہے کیوں نہیں ہوا؟ صوبائی گورنمنٹ کو چاہیے کہ وہاں جا کر بیٹھ جائے۔ جتنی بھی

اجماعی قراردادیں ہیں۔ بلوچستان میں اس وقت پوزیشن یہ ہے کہ گیس سولی سے نکلتی ہے تو سولی اور ڈیرہ گنٹی میں گیس نہیں ہے۔ نواب صاحب کے دور میں اسی پر توجہ تھی۔ نواب صاحب نے کہا کہ گیس اس صوبے سے نکلتی ہے تو سب سے پہلے اس صوبے کو دینی چاہیے تھی۔ تو جناب! آپ مہربانی کر کے مرکزی حکومت سے، مالک صاحب وہاں جا کر، ہماری جتنی قراردادیں یہاں سے پاس ہو کر جاتی ہیں ان پر implement ضروری ہے چاہے گیس کے حوالے سے ہو یا بجلی کے حوالے سے۔ ان پر اگر وہاں implement نہیں ہوتا

پھر جناب! انکی کیا ضرورت ہے؟ انکی کوئی ضرورت نہیں نہ انکی کوئی اہمیت ہے۔ Thank you sir.

جناب چیئرمین: راحیلہ درانی صاحبہ! ڈاکٹر شمع اسحاق بولیں گی۔ لاغو صاحب! آپ بول چکے ہیں فلور انکودی ہے آپ کو دوں گا۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر صاحب! آپ House کو بہت اچھے طریقے سے چلا رہے ہیں اس پر بھی میں آپ کو appreciate کروں گا کہ آپ بہت اچھے طریقے سے سب کو بولنے کا موقع دے رہے ہیں۔ ہماری جو کارروائی چل رہی ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! پوری دنیا میں جہاں کے resources ہیں وہاں کے لوگوں کا اُن پر right ہوتا ہے، ساحل اور وسائل پر اختیارات۔ 1952ء میں ڈیرہ گنٹی سے گیس نکلی ہے تو وہاں کے لوگ اس سے مستفید نہیں ہو سکے۔ آج بھی وفاق بلوچستان کا 700 کھرب مقرر میں ہے۔ نواب اکبر خان گنٹی جو اس عمر میں انکی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی اپنے rights کے لئے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ جناب اسپیکر صاحب! یہ کہاں کا انصاف ہے؟ پورے بلوچستان میں آپ دیکھیں کہ پہلے بجلی کی لوڈ شیڈنگ ہوتی تھی اب گیس کی لوڈ شیڈنگ بھی ہوتی ہے۔ جب سر دیاں عروج پر ہوں تو لوگ گیس سے مستفید نہیں ہوتے اور گھروں میں لکڑیاں جلا کر اپنے گھر میلو امور سرانجام دیتے ہیں۔ ایکسویں صدی میں دنیا گلوبل ولچ پر تینچھی چکی ہے لیکن آج ہم کمٹری اور لائین پر گزارہ کر رہے ہیں۔ جیسے منظور کا کڑ صاحب نے کہا کہ فال اسلام آباد move ہوتا ہے۔ میں صحیح ہوں کہ 18 ویں ترمیم میں صوبے کے اختیارات صوبوں کو دیئے جائیں گے۔ تو ہم اپنے فال اسلام آباد کیوں move کریں؟ ہمارے اختیارات ہمارے پاس ہونے چاہئیں۔ چاہے گیس ہو پانی ہو بجلی ہو۔

جناب چیئرمین: نہیں آئین میں یہ فیڈرل سمجھیکٹ ہے۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: جناب! 18 ویں ترمیم میں صوبے کے اختیارات کی بات ہے۔

جناب چیئرمین: نہیں! آئین میں آتے آئین میں اسکا احاطہ نہیں ہے۔ آپ فیڈرل گورنمنٹ کا جیسے میں

نے کہا آئین میں یہ ہے کہ وہ اس علاقے کو ترجیح دیں اس علاقے کو پہلے یہ provide کریں جس علاقے سے کپس نکلتی ہے۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: ٹھیک ہے جناب۔ آخر میں، میں یہ کہوںگی کہ یہ ایک ہی علاقے کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ بہت اچھی قرارداد ہے اسیں پورے بلوچستان کے لئے یہیں کی فراہمی کا لکھا جائے۔ بہت شکر یہ۔

جناب چیئرمین: ok۔ میڈم راحیلہ درانی صاحبہ! مختصر کریں کیونکہ دوسرے اراکین بھی بولنا چاہتے ہیں اگر ایک رکن انتاز یادہ بولے گا تو یہ اسی میں پھر آپ رات تک چلاں گے۔

محترمہ راحیلہ درانی: جناب! میں ہمیشہ مختصر اور to the point بولتی ہوں۔

Mr . Chairman: Thank you for that .

محترمہ راحیلہ درانی: میرا مقصد یہ ہے کہ اس مسئلے کو جو ہمارے اراکین نے کہا، تو مجھے ایسے نظر آ رہا ہے اور محکمین اپنی قرارداد کو اسی صورت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اور کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ ان کے بھی نام اسیں شامل ہو جائیں۔ تو میں ایک تجویز دینا چاہتی ہوں چونکہ محکمین کا اصرار ہے کہ یہ it is ہو۔ تو میرے خیال میں یہ محکمین کا حق ہے کہ وہ اپنی قرارداد کو جس انداز میں پیش کرنا چاہیں۔ تو میرے خیال میں چار، پانچ لوگوں نے تو کھڑے ہو کر یہ کہہ دیا بلکہ محکمین کے علاوہ بھی۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: نہیں نہیں! اگر ارکان کی اکثریت اس کی حمایت کرے تو اس میں amendment ہو سکتی ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کو اسی صورت میں پاس کیا جائے جس میں انہوں نے پیش کیا ہے۔

محترمہ راحیلہ درانی: sir مجھے معلوم ہے۔ لیکن میں ایک تجویز دے رہی ہوں کہ ۹ تاریخ کو بھی ہمارا سیشن ہے۔ تو ہمارے بہت سے ممبرز، شاید ان کے نام اسیں skip ہو جائیں۔ بہت سے آج آئے نہیں ہیں۔ تو ایک اور قرارداد جس میں ہمارے بہت سے بھائیوں کی رائے ہے، تو وہ ۹ تاریخ کو ہم پیش کر دیں۔ اور باقی محکمین جیسے چاہتے ہیں انکو پیش کرنے دیجئے۔ Thank you جی۔

جناب چیئرمین: جی رحمت صاحب۔

جناب رحمت علی صالح بلوچ: جہاں تک اس قرارداد کا تعلق ہے یہ بہت اہمیت کی حامل ہے۔ میں باقی اراکین سے گزارش کرتا ہوں کہ ایک علاقے میں already گیس پکنچی ہوئی ہے درمیان کے علاقے جو کٹے ہیں اس قرارداد کو as it is پیش کر کے پاس کیا جائے۔ باقی صوبے کیلئے اگر اسیں amendment کریں تو میرے خیال میں بہت لمبا ہو جائیگا اس پر implement کرنا بڑا مشکل ہو گا۔ فی الحال ان علاقوں کو ضرورت

ہے اور سر دعا لئے بھی یہاں کے لوگ suffer کر رہے ہیں۔ یہاں سے آگے مستونگ اور قلات میں ہے درمیان میں ان دو تحصیل، کھڈ کوچہ اور منگیر میں نہیں ہے۔ تو میں یہی گزارش کرتا ہوں کہ اس قرارداد کو اسی شکل میں پیش کیا جائے۔ باقی تمام صوبے کیلئے متفقہ اور مشترکہ طور پر ایک الگ قرارداد لائی جائے۔

جناب چیئرمین: خالد لانگو صاحب! صرف تجویز پیش کریں کیونکہ آپ اس پر پہلے بول چکے ہیں۔

میر خالد لانگو: جناب چیئرمین! میری بھی یہی تجویز ہے، ارکین سے میری گزارش ہے کہ اس قرارداد کو اسی شکل میں منظور کیا جائے۔ باقی پورے بلوچستان میں گیس کے حوالے سے جودوسرے مسئلے ہیں اسکے لئے ہم ایک نئی قرارداد لائیں۔

جناب چیئرمین: جی ہینڈری صاحب۔ (مداخلت) بابت صاحب! آپ اس پر بول چکے ہیں از خود آپ اٹھ کر اس طرح بولنا شروع کر دیں گے تو اسمبلی کا ڈیکورم ہی نہیں رہ جاتا۔ فلور آپ کو نہیں دی ہے آپ اس پر نہیں بول سکتے۔ مہربانی ہو گی آپ اسمبلی کے ڈیکورم کا خیال رکھیں تو ہم لوگ اسکو اچھی طرح چلا بھی سکیں گے اور ہماری باتوں کا اثر بھی ہو گا۔ ہینڈری صاحب! آپ بولیں۔

جناب ہینڈری مسح بلوچ: شکریہ جناب اپنیکر صاحب۔ جو قرارداد پیش کی گئی ہے یہ بہت اہم ہے۔ چونکہ مستونگ سے آگے کھڈ کوچہ ہے۔

جناب چیئرمین: مختصر آپ اپنی تجویز دے دیں۔

جناب ہینڈری مسح بلوچ: کھڈ کوچہ سے آگے منگیر ہے۔ تو already وہاں سے گیس کی پاپ لائن گزر رہی ہے بیچ میں ان دو تحصیلوں کو گیس نہیں ملی ہے۔ تو میری یہ تجویز ہے کہ پہلے اس تحریک کے حوالے سے ان علاقوں کو گیس مل جائے اسکے بعد پورے بلوچستان میں جہاں گیس نہیں ہے اس کے لئے ایک نئی قرارداد لائی جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: ok۔ سردار صاحب! آپ بولیں لیکن مختصر تجویز تک رہیں۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: جناب! دومنٹ۔ مہربانی۔ گیس کے حوالے سے حقیقت میں یہ ہمارے صوبے سے نکل رہی ہے جیسے آپ نے کہا کہ پاکستان کے آئین کے مطابق پہلے اس ایریا کو گیس دی جائے جو اس سے نزدیک ہو گا۔ جناب والا! اچھی قرارداد ہے لیکن آئین ہم کچھ اضافہ کریں گے۔ بات یہ ہے کہ ایسی کلیاں ہیں جہاں گیس پہنچی ہوئی ہے گھر بھی نزدیک پڑ رہے ہیں لیکن کمپنی والے ان کو میٹنہیں لگوائے دے رہے ہیں۔ کروڑوں، اربوں روپے خرچ کر کے اُس کلی تک گیس پہنچائی گئی ہے۔ جناب والا! آپ یقین جانیں

میرے حلقة پشین میں چٹ پر لوگوں سے میں تمیں ہزار روپے لے کر کے ان کو میٹر لگوا کے دے رہے ہیں۔ بات یہ ہے جناب والا! کہ اسکا بھی کچھ کرنا ہے۔ میں بادینی صاحب کی اس تجویز سے بالکل اتفاق کرتا ہوں۔ جیسے واپڈا والوں کو ہم نے بلا کے ائک ساتھ بھی سارے ممبر زبیڈھ کر تفصیلی بات کریں کہ بھائی آپ ہمارے صوبے میں گیس کا کام کر رہے ہیں۔ کروڑوں، اربوں روپے خرچ کر رہے ہیں اور پندرہ میں سال سے ہماری اسمبلی کی قراردادیں یہاں سے منظور ہو کر آپ تک پہنچتی ہیں لیکن آپ ان پر عمل نہیں کر رہے ہیں۔ تو جناب والا! وہ اپنی مرخصی سے بنا رہے ہیں۔ میری یہ تجویز ہے کہ آپ ان کو بلا کیں اور یہ اسمبلی ممبران کے ساتھ بیڈھ کر پورے صوبے کا ان کے سامنے رکھیں اور ان پر کام ہو جائے۔ جناب والا! ابھی ایسی بہت سی کلیاں ہیں، میں لاگو صاحب اور دوسرے دوستوں کی اس بات۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: منظور کا کڑ صاحب! kindly اسمبلی کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مشورہ کرنا ہے تو باہر جا کر کریں۔ سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: یہ کہہ رہے ہیں کہ کھڈکوچہ اور منگر سے پائپ لائن گزر رہی ہے انکو منی چاہیے۔ جب انکے قریب سے پائپ لائن گزر رہی ہے تو انکو اس میں آسانی ہو گی۔ اور ہمارے یہاں بھی ایسے علاقے ہیں جنکو پائپ لائن نزدیک پڑتی ہے انکو بھی اس میں شامل کیا جائے۔ لیکن ہماری ایک آواز مشترکہ متفقہ طور پر مرکز کو پہنچنی چاہیے کہ ہمارے صوبے کے ساتھ یہ زیادتیاں ہو رہی ہیں یعنی گیس نہیں دی جا رہی ہے۔ لوگ تو ادھر کہہ رہے ہیں کہ ہم بلوچستان میں گیس دے رہے ہیں۔ لیکن کہاں ہے گیس؟ میرا مقصد یہ ہے کہ اس کو ایک مشترکہ قرارداد کی شکل میں پیش کیا جائے۔ اور مرکز کو بھی کہ ہمارے صوبے میں جہاں جہاں آپ دعوے کر رہے ہیں کہ ہم نے صوبے کے لئے اتنے ترقیاتی کے کام کیئے ہیں۔ ابھی تک ہماری کلیوں کو گیس اور بجلی نہیں ملی ہے۔ تو جناب والا! اتفاق میں برکت ہے میرا خیال سب اتفاق سے قرارداد لا کر کے مرکز کو بھیجیں۔ Thank you.

جناب چیئرمین: بہتر یہ ہو گا کہ اسکو separate بھیجا جائے۔ سردار صالح بھوتانی صاحب۔ سردار محمد صالح بھوتانی: جناب اسپیکر! گیس کا تو بہت ہی دریئہ مسئلہ ہے اور بلوچستان اس مسئلے سے دوچار ہے۔ لیکن جو قرارداد پیش کی گئی ہے کہ مستوگ اور فلات کو گیس ملی ہوئی ہے درمیان میں کھڈکوچہ اور منگر کا علاقہ اس سے محروم ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس قرارداد کو اسی طرح منظور کیا جائے۔ اور تمام دوستوں سے گزارش ہو گی۔ اور باقی ہم سب مل کے بلوچستان کیلئے نیڈرل گورنمنٹ سے بات کریں تاکہ بلوچستان کیلئے زیادہ سے زیادہ گیس کے سلسلے میں بہتری لاسکیں۔ Thank you very much.

جناب چیرمن: Thank you میرے خیال میں ابھی اس پر رائے شماری ہونی چاہیے کیونکہ ترمیمات بہت آئی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں، خود میری رائے یہ ہے کہ اس قرارداد کو اگر اسی shape میں منظور کیا جائے۔ ترمیمات جن ممبر ان صاحبان نے پیش کی ہیں وہ الگ قرارداد next day میں لے آئیں۔ تو کیا اس قرارداد کو منظور کیا جائے؟ جن ممبر ان صاحبان نے ترمیمات پیش کی ہیں وہ ان ترمیمات کو ایک الگ قرارداد کی شکل میں next day پر لاائیں۔ تو اسکو ہم allow کر دیں گے انشاء اللہ۔ راحیلہ درانی صاحبہ! اسٹبلی کی کارروائی مکمل ہونے دیں پھر point of order پر بات کریں۔ نہیں نہیں، اس قرارداد پر فیصلہ ہو چکا ہے۔ بابت صاحب! آپ پہلے بھی اسٹبلی کے ممبرہ چکے ہیں اگر نئے ہوتے تو میں آپ کو rules بتاتا۔ اسٹبلی اگر ترتیب سے چلائیں تو اس سے اسٹبلی کا وقار بڑھے گا۔ مشترکہ قرارداد نمبر 8 منظور ہوئی۔

اب سورخ 14 اکتوبر 2013ء کے اجلاس میں باضابطہ شدہ تحریک التوانی 6 بابت تیل کی قیتوں میں اضافے پر دو گھنٹے عام بحث ہو گی۔

جناب عبدالجید خان اچکزی: point of order جناب اپسیکر؟

جناب چیرمن: جی۔

جناب عبدالجید خان اچکزی: جناب اپسیکر! CM صاحب بھی بیٹھے ہیں آپ کی اجازت سے یہاں ہمارے لئے دوستے ہیں ایک شہر میں روز کا مسئلہ دوسرا پاسپورٹ کے حصول میں بڑی مشکل پیش آ رہی ہے اور پاسپورٹ کرپشن کا ایک ذریعہ بن گیا ہے۔ جس کے پاس National Identity Card ہواں کا حق نہتا ہے کہ وہ پاسپورٹ وصول کر لے۔ یہاں ان کے جو آفیسرز ہیں یہ فیڈرل گورنمنٹ کے through آتے ہیں پہلے بھی یہاں پاسپورٹ کے افسروں پر NAB cases چلے ہیں۔ انہوں نے آٹھ آٹھ، دس دس کروڑ روپے جمع کیئے تھے۔ اس میں کم سے کم عام لوگوں کے لئے جس کا اس صوبے سے تعلق ہے، آسانی ہو۔ پاسپورٹ پوری دنیا میں تمام ممالک میں 72 گھنٹے میں ملتا ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا پاسپورٹ آفس، ابھی ہمارے بھائی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ہمارے افغان طن کے افغان بھائی، ہزارہ برادری کے لوگ دو دو، تین تین مہینے کے بچ انکی گود میں، صح آٹھ بجے سے شام سات بجے تک پاسپورٹ آفس میں یہ ڈرامہ چلتا ہے۔ جس کی فیس پانچ ہزار روپے ہے۔۔۔۔۔

جناب چیرمن: چیف مسٹر صاحب سے request ہے کہ وہ اس کا نوٹس لیں۔

جناب عبدالجید خان اچکزی: جناب! ایک بات کی اگر آپ اجازت دیں۔ اس کی پانچ ہزار روپے فیس ہے

اور پاسپورٹ آفس میں دو دو، تین تین لاکھ روپے میں پاسپورٹ بیچ جا رہے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ پولیس کلیئرنس لاو۔ پھر وہاں پولیس کی دس ہزار روپے فیس ہوتی ہے۔ جناب اسپیکر! دوسرا مسئلہ یہ کہ ہمارے پاسپورٹ آفس میں کم سے کم دو ہزار پاسپورٹ کی capacity ہونی چاہیے۔ ہر صوبے میں یہ کام ہو رہا ہے ہمارے یہاں نہیں ہو رہا۔ ایک ہے کہ پیش کی بات دوسری بات یہ ہے کہ جہاں پاسپورٹ آفس ہے وہاں wash room ہے نہ پینے کا پانی نہ شام سات بجے تک پورا دن لوگ بچے اور عورتیں دھوپ میں بیٹھی ہوتی ہیں۔ جناب اسپیکر! ایک اور مسئلہ جو۔۔۔۔۔

جناب چیرمن: نہیں، آپ نے پیش کر دیا تحریک التوا پر بحث آئے گی۔ اسکے اوپر چیف منٹر صاحب بولیں گے۔

جناب عبدالجید خان اچخزی: اسی کے ساتھ relevant نادرا کا مسئلہ بھی ہے۔ جناب اسپیکر! نادرا میں ایک بڑا مسئلہ چل رہا ہے اس پر ڈاکٹر صاحب سے بھی میری بات ہوئی تھی پھر بھی بات کریں گے۔ نادرا بھی کرپشن کا ایک ذریعہ بن گئی ہے۔ لوگوں کے شناختی کارڈ بلک ہیں اس میں نادرا کا پورا عملہ اور پر سے نیچے تک ملوٹ ہے۔ بلک شناختی کارڈ جس پر انکو اعتراض ہوتا ہے فلاں فلا نا ثبوت لے آؤ اس کے بعد پھر میں، تمیں ہزار کے عوض اسکو شناختی کارڈ دیا جاتا ہے۔ آپ ڈبل روڈ پر دیکھیں صحیح سے شام تک لوگوں کی قطاریں لگی ہوتی ہیں۔ شناختی کارڈ کے دفتر میں اتنی بے عزتی کسی کی نہیں ہوتی جتنی ہماری ہو رہی ہے دوسری بات یہ ہے جناب اسپیکر! ایک اہم مسئلہ ہے ہمارے جتنے بھی جج آپریٹرز ہیں یہ ہمارے شناختی کارڈ کے ذریعے باہر کے لوگوں کو جج کے لئے بھیتے ہیں۔ جتنے بھی جج آپریٹرز ہیں ان میں ہماری پارٹی کے ساتھی بھی شامل ہیں۔ نادرا پیانے پر یہ تماشہ ہو رہے ہیں۔ جتنے بھی جج آپریٹرز ہیں اسے کسی کی نہیں ہیں۔ نادرا جج آپریٹر کو دو، تین لاکھ روپے میں شناختی کارڈ provide کرتی ہے۔ ایسے لوگ جو اس ملک کے شہری نہیں ہیں جو جج کے لئے جاتے ہیں وہ چھ سے دس لاکھ روپے تک جمع کرتے ہیں۔ دولاکھ روپے شناختی کارڈ کے دولاکھ روپے فلاں چیز کے دولاکھ روپے فلاں چیز کے۔ ویسے جج کے لئے دولاکھ ساٹھ ہزار روپے گورنمنٹ کے جمع ہوتے ہیں اور پرائیویٹ میرے خیال میں دولاکھ دس ہزار۔ CM صاحب بیٹھے ہوئے ہیں کم سے کم نادرا اور پاسپورٹ آفس میں تو کرپشن نہیں ہونی چاہیے۔ thank you

جناب چیرمن: CM صاحب اسکی وضاحت کریں۔ ابھی لیڈر آف دی ہاؤس، نو شیر والی صاحب! آپ اور بابت لالابات نہیں سُنتے ہم اسے floor چیف منٹر صاحب کو دی ہے وہ کھڑے ہیں ایک

منٹ ان کو بولنے دو۔

ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ (قائد ایوان): اسپیکر صاحب! میں سمجھتا ہوں کچھ فیڈرل ادارے ہیں جنکا روایہ بلوجستان کے ساتھ بالکل ٹھیک نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی ہم نے پاسپورٹ آفس کی، میرے خیال میں دوستوں نے بھی شکایت کی تھی وہ میں نے convey کیا تھا۔ تو بہتر یہ ہے کہ آپ تمام پارٹیوں کی ایک پارلیمانی کمیٹی بنائے، جوان کے افسر زہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں بلوجستان میں کچھ نہیں کہا جاتا، انکو بلاۓ۔ اسی طرح بچھلے دنوں آغا صاحب اور دوسرے جو کشمکش کے پاس گئے تھے۔ پھر ہم نے کشمکش کے جو high level کے لوگ تھے ان سے بات کی کہ بھی ٹھیک ہے کہ آپ کافیڈرل ادارہ ہے۔ لیکن آپ بلوجستان کے عوام کے مفاد کے تحت چلیں گے اگر آپ نے گڑ بڑ کی پھر ہم آپ کے ساتھ گڑ بڑ کریں گے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ پاسپورٹ آفس اور نادرا کا واقعی مسئلہ ہے۔ آپ ان تمام پارلیمانی گروپ سے ایک ایک آدمی بلا کر انکی جو grievances ہیں۔ اگر یہاں انہوں نے ہماری بات نہیں مانی تو پھر ہم M.P سے کہہ دیں گے کہ جی آپ انکو گاہ مدیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔

میر عبدالکریم نوшیروالی: جناب! ہر علاقے کے ایم پی اے اور ایم این اے کو آپ نادرا میں involve کریں تاکہ جب ان کے شناختی کارڈ نہیں گے تو جعلی نہیں ہونے آپ انکو اس طرح control کر سکتے ہیں ورنہ control نہیں ہو سکتے۔

جناب چیئرمین: نوшیروالی صاحب! ہمارا کام نہیں گورنمنٹ نے، جو اسکے لئے منصوص ادارے ہیں، انکو ہم نے درست کرنا ہے۔ جہاں تک چیف منسٹر صاحب نے اسکی وضاحت کی۔ مطلب منتخب اسمبلی کو اگر آپ نادرا میں ملوث کریں گے تو انکی legislation main ہے، انکی بنس جو ہے، وہ ان سے رہ جائیگی۔
-- (مداخلت) ڈاکٹر رقیہ صاحبہ! آگرآپ سب نے پوائنٹ آف آرڈر زیر شروع کر دیے۔ تو پوائنٹ آف آرڈر پہلے نہیں آیا گا پہلے تو آپ کی اس تحریک التوا پر بحث ہے۔

ڈاکٹر رقیہ سعید ہاشمی: جناب چیئرمین! میں یہ گزارش کرنا چاہ رہی ہوں کہ پوائنٹ آف آرڈر پر بہت سے مجرم بول چکے ہیں۔

جناب چیئرمین: مزیداً جاگزت نہیں دے سکتے۔ ایک بار تحریک التوا پر ہمیں بولنے دیں۔ راجیہ ڈرانی صاحبہ، نواب صاحب! معذرت کے ساتھ۔ اور ڈاکٹر صاحب نے فیڈرل اداروں کے متعلق کافی معقول تجویز دی۔

سیکرٹری اسمبلی! پارلیمانی لیڈرز کے ساتھ انگی میٹنگ arrange کروالیں۔ ان میں سوئی گیس، نادر، اور پاسپورٹ والوں کو بلا کیں۔ تاکہ انکے ساتھ ادھر اسمبلی میں date رکھ لیں اُنکو اطلاع دے دیں۔ ہاں پی آئی اے والوں کو بھی بلا کیں۔

نواب محمد ایاز خان جو گیزی: میرے خیال میں ایک دو بندے رہتے ہیں اُنکو بولنے دیں۔ اسکے بعد تیل کی قیتوں پر بات کریں گے۔

جناب چیئرمین: نہیں نواب صاحب! آپ احترام کرتے ہیں، آپ ہمیں پیش کریں لیکن یہ ہے کہ آپ کی تحریک التوا پر بحث نہیں ہو سکے گی۔

نواب محمد ایاز خان جو گیزی: میرے خیال میں ایک دو بندے رہتے ہیں اُنکو بولنے دیں۔

جناب چیئرمین: نہیں جو ہماری نہیں سنتے ان کو کیا کریں، ہاؤس سے تو میں اُنکو نہیں نکال سکتا۔

نواب محمد ایاز خان جو گیزی: میرا جو پوائنٹ آف آرڈر ہے اس سے پہلے کہ تیل کی قیتوں پر بحث شروع ہو۔ جناب چیئرمین! بلوچستان ہاؤس اسلام آباد میں ہمارے ممبران حضرات کے لئے ایک ہاؤس بنانا ہوا ہے یہاں سے میٹنگز کیلئے جو MPAs صاحبان یا منسٹرز جاتے ہیں۔ تو اس ہاؤس میں ایک قبضہ مافیا بیٹھا ہوا ہے وہاں کمرے قبضہ ہو چکے ہیں جتنے بھی suite ہیں 413,414,415,418 ان کروں کو مستقل تالے گے ہوئے ہیں۔ اور جنہوں نے قبضہ کیا ہوا ہے چاہیا بھی اپنے ساتھ لے گئے ہیں یعنی ہمارے لئے بالکل گنجائش نہیں ہے۔ میں بلوچستان ہاؤس میں بہت کم رہتا ہوں۔ لیکن اس دفعہ جب میں وہاں گیا تو میں نے کمپرڈ اور سے کہا کہ مجھے اس suite میں ایک کمرہ چاہیے تو انہوں نے کہا کہ یہاں سارے کمرے بگ ہیں۔ جب رات کو میں نے پوچھا تو ان میں رہنے والا کوئی نہیں تھا۔ اور دس دس، پندرہ پندرہ، بیس بیس دن تک وہاں کوئی رہنے والا نہیں تھا لیکن وہاں رہنے والے چاہیاں اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔ دوسرے دن میں نے کمپرڈ اور کو بولا کر ان سے کہا کہ کمرہ نمبر 416 خالی پڑا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں خالی ہے لیکن ہم آپکو اس لئے نہیں دے سکتے آپ ہمارے لئے قابل محترم ہیں اگر خداوندو سے چیف جسٹس آیا تو پھر ہم آپ سے کمرہ کیسے خالی کرائیں گے؟ اب ان کروں پر، یعنی ہمارے لئے جو ہم sitting ایمپی ایزی انسٹرز ہیں۔ زیارت والی ہماری طرف سے جب جاتا ہے تو وہ عام کروں میں رہتا ہے۔ لیکن ان کروں پر، میں نام نہیں لینا چاہتا آپ اسکا پورا ریکارڈ مگوا لیں۔ پھر میں نے کمپرڈ اور سے بات کی انہوں نے کہا کہ ہم چیف سیکرٹری اور سیکرٹری الیس اینڈ جی اے ڈی کو letter لکھ چکے ہیں لیکن اس پر کوئی عمل نہیں ہوا۔ آپ مہربانی کریں اس ایوان کے توسط سے چیف منسٹر صاحب بھی بیٹھے

ہوئے ہیں وہاں سے باقاعدہ اس کاریکار ڈیگنوا یا جائے تاکہ اُس میں دیکھیں کہ کن کن کروں پر کس کس نے قبضہ کیا ہوا ہے کیوں کیا ہے؟ جب ایک بندہ نکل جاتا ہے تو اُسکو فوراً کمرہ خالی کر دینا چاہیے۔ اگر قبضے کی بات ہے تو ٹھیک ہے ہم بھی جا کے اُن پر قبضہ کر لیں گے۔

جناب چیئرمین: آپکی بات درست ہے۔ ہم خود ۱۹۹۹ء سے اسمبلی کے نمبر چلے آ رہے ہیں پہلے یہ قبضے نہیں ہوتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو بھی یاد ہو گا۔ ابھی اُسکو دیکھ لیں گے۔ واقعی یہ قبضے نہیں ہونے چاہئیں۔ کروں پر جن کا حق ہے اُسکے مطابق ترتیب سب کیلئے ہونی چاہیے۔

قائد ایوان: میں نواب صاحب کی بات سے اتفاق کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ حقیقت ہے جو کچھ بولا ہے۔ جو نبی کابینہ بن جائیگی وہ تمام چیزیں S&GAD کے حوالے سے ہم اسکو روپورٹ کریں گے۔ کیونکہ اُسیں کچھ ایسے لوگ ہیں جو ہمارے حوالے سے نام لینا مناسب نہیں، آپ بھی جانتے ہیں نواب صاحب بھی جانتے ہیں۔ وہ ہمارے لئے اتنا قابل احترام ہیں کہ ان سے ہم کہہ نہیں سکتے کہ جی آپ نکل جائیں۔ جو غریب گر باء ہیں انکو تو ہم نکال سکتے ہیں۔ یا کوئی سرکاری افسر ہے یا مجھ جیسے کوئی ایم پی اے ہے۔ میں تفصیل آپکو دے دوں گا اُسیں جو بھی فیصلہ ہو گا نواب صاحب اور ہم کر لیں گے۔

جناب چیئرمین: آپکی تجویز صحیح ہے کہ اسکو کابینہ میں لے آئیں، کابینہ سے منظور کروائیں۔ وہاں ساری کابینہ کی رائے اُسیں آجائے گی اس پر implement بھی ہو گا۔ Thank you۔ (مداخلت) میں سمجھتا ہوں پہلے اس تحریک التوا پر بحث شروع کرتے ہیں کیونکہ یہ ابھی ختم نہیں ہو رہا۔ تحریک التوا پر کون بولنا چاہیئے؟ تیل کے متعلق تحریک التوا جو آج بحث کیلئے منظور ہوئی ہے اس پر جو معزز ممبران بولنا چاہیں گے وہ نام بتائیں۔

مسز شاہدہ روف: جناب اسپیکر صاحب! ۵ تاریخ کے اجلاس میں جو تحریک التوا بحث کے لئے منظور کی گئی ہے سب سے پہلے تو میں سی ایم صاحب اور حکومتی پیغمبر پر بیٹھے ہوئے تمام ارکین کاشکریہ ادا کرنا چاہو گی کیونکہ سب نے مشترکہ طور پر اسکو منظور کیا تھا۔ جو اس بات کی عکاسی ہے کہ یہ کسی ایک پارٹی کا نہیں بلکہ پورے صوبے کا مسئلہ ہے۔ تقریر سے پہلے میں ایک چیز اُسیں add کر دوں جس طرح نواب ایاز جو گیزی صاحب نے کہا۔ میں پہلے دس سال سے ایم پی اے ہوں اور یہ ریکارڈ ہے میرا کہ میں نے جب بھی بلوچستان ہاؤس میں call کیا ہے مجھے وہاں سے انکار سننا پڑا۔ ”کہ ہمارے پاس room خالی نہیں ہے۔ تو بالکل یا ایک الیمہ ہے آپ نے تو یہ دی کہ اسکو کی بنٹ میں پیش کیا جائے۔ پہلے اسکو یہاں پارلیمنٹ میں لاایا جائے کہ کون لوگ suggestion

بیں جو وہاں قبضہ کیے بیٹھے ہیں؟

جناب چیئرمین: آپ پیشک قرارداد لے آئیں۔

مسز شاہدہ رؤوف: پیشوں کی تیتوں میں اضافے کے متعلق تحریک التوا آئی ہے۔ اقوام متحده کا جو چارٹر ہے اسکی لائف سیکورٹی اور فوڈ سیکورٹی کے مطابق ”بھوک میں روٹی اور خوف میں امن انسان کا سب سے بنیادی حق ہے۔“ یہی چارٹر چودہ سو سال پہلے قرآن پاک نے بھی ہمیں دیا ہے کہ ”انسان اگر بھوکا ہے تو سب سے پہلے اسکوروٹی فراہم کی جائے جو اسکا بنیادی حق ہے۔ اور جب حکومتیں بنیادی حقوق کی فراہمی میں fail ہو جائیں تو انسان پھر جانور کی حد تک نیچے گر جاتا ہے۔“ آج کل جو امن و امان کی صورتحال ہے، law and order کی خرابی ہے اور اسکے بعد یہاں تک حکومتوں کا۔۔۔

جناب چیئرمین: میڈم! جو تحریک التوا آئی ہے اسی تک اگر آپ محدود رکھیں، اس وقت law and order پر بحث نہیں ہو رہی اگر subject kindly تک رہیں گے تو اسمبلی ہم نہ سکیں گے۔ اگر subject سے ہٹ جائیگے تو پھر۔۔۔

مسز شاہدہ رؤوف: میں اسی پر آرہی ہوں، بنیادی حقوق پر بات کر رہی ہوں۔

جناب چیئرمین: نہیں نہیں، اتنا نہیں گھائیں direct اُسی پر آجائیں کیونکہ اس طرح کرنے سے ہاؤس کو موقع نہیں ملے گا پہلے سے ممبران صاحبان گلہ کر رہے ہیں کہ انکوبات کرنے کا موقع نہیں مل رہا۔ لیکن مختصر اور جامع بات کریں۔

مسز شاہدہ رؤوف: بالکل ٹھیک ہے۔ میں صرف یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ امن کو تو ہم لوگ ترس ہی رہے تھے ابھی موجودہ حکومت۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ پھر subject سے divert ہو رہی ہیں یا آپ کوبات سمجھ نہیں آ رہی ہے یا قصداً اُسکو divert کرنا چاہتی ہیں۔

مسز شاہدہ رؤوف: سب سے پہلے تو میں یہ کہنا چاہو گی، میں بالکل ٹائم نہیں لوگی۔

جناب چیئرمین: نہیں نہیں، اگر آپ divert ہونے پر میں آپکا مائیک بند کر دوں گا۔ میں نے اس پر رو لگ دی ہے آپ اس سے divert نہ ہوں۔

مسز شاہدہ رؤوف: اپنے صاحب! اگر آپ بولنے نہیں دیتے۔۔۔

جناب چیئرمین: نہیں نہیں بالکل بولنے نہیں دوں گا تحریک التوا کے علاوہ آپ ہر چیز پر نہیں بول سکتی۔

مسز شاہدہ رووف: میں نے کہا کہ میں suggestions پر آ رہی ہوں۔

جناب چیرمین: نہیں، suggestions کو چھوڑ دیں تحریک التوا پر آ جائیں۔

مسز شاہدہ رووف: اس تحریک التوا کے حوالے سے suggestions ہیں کہ ہم اس کی قیتوں کو کیسے کم کریں۔

جناب چیرمین: نہیں آپ ظالم ضائع کر رہی ہیں۔ بس آپ بیٹھ جائیں thank you اور کوئی معزز ممبر بولنا چاہے گا۔ نہیں نہیں آپ بیٹھ جائیں یہ اسمبلی چلانے کا طریقہ نہیں ہے۔ اگر آپ تحریک التوا نہیں بولتی تو آپ کو مجبور نہیں کر سکتا۔ کوئی دوسرا معزز ممبر بولنا چاہیں۔ ولیم جان برکت صاحب! جی بالکل آپ کو اجازت ہے۔

جناب ولیم جان برکت: جناب اسپیکر! تحریک التوا پیڑوں کی قیتوں کے سلسلے میں آئی ہے، اسکے لئے آج کا دن رکھا گیا ہے۔ میں صرف اس پر ایک انسانی نقطہ نظر سے بات کروں گا۔ کچھ دن پہلے جناب! آپ نے بھی ٹی وی پر دیکھا ہوگا کہ ایک بچی التجاء کر رہی ہے کہ ”انکل ڈار ہمارے چالکیٹ کی قیمت میں اضافہ نہیں کرو“۔ تو ہر خاندان، ہر ماں باپ جن کی اولاد ہے انکی کوشش ہوتی ہے کہ اپنے بچے کو وہ چیز دیں جو پچھ مانگتا ہے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس بچی کی اپیل ہر ایک کے دل کو لگی ہے۔ اور پیڑوں کی قیمتیں کم کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے اس کی قیمتیں پچھلے ادوار میں بھی بڑھائی گئی تھیں پھر عوام کے کہنے انکی کی خواہشات اور انکی مشکلات پر وہ قیمتیں واپس لی گئی تھیں۔ میں بھی اس ایوان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس تحریک التوا کو باقاعدہ منظور کرے۔

جناب چیرمین: آپ جا کر میدم کو بلا لیں وہ چلی گئیں۔

جناب ولیم جان برکت: اور فیڈرل حکومت سے یہ گزارش کی جائے کہ وہ ان قیتوں کو واپس لینے کا باقاعدہ طور پر اعلان کرے۔

جناب چیرمین: میری بات اگر ممبر ان سن لیں۔ اسپیکر ایک روونگ دیتا ہے، ایک بات کرتا ہے اور ممبر اسے بالکل سنتا بھی نہیں ہے تو یہ اس ممبر کی غلطی ہے۔ ممبر کا یہ ہے کہ subject directly allowed پر وہ جس subject پر رہے تو اس پر وہ بات کر لے۔ اگر آپ اس کو اتنا مبارکہ کنمیکے تو اسمبلی کی کوئی اہمیت ہے پھر اسپیکر روونگ دے رہے ہیں اسکے باوجود وہ واک آؤٹ کر کے چلی جاتی ہیں۔ میں نے تو ان کو تجویز دی تھی کہ آپ اپنے subject پر رہیں کوئی غلط بات تو میں نے نہیں کی۔ جس subject پر آپ نے تحریک التوا جمع کی ہے اسی پر بولیں، یہی کہا تھا۔ اب اگر کوئی دوسرا، جی ڈاکٹر رقیہ صاحبہ۔

ڈاکٹر رقیہ سعید ہاشمی: جناب اسپیکر! تحریک التوانہ ۶ پر بحث ہو رہی ہے اس پر بات کرنے کا موقع مجھے ملا

ہے اس چیز کا سب کو علم ہے کہ تیل کی قیمتوں میں تقریباً 95% اضافہ ہوا ہے اس سے عام لوگوں کی زندگی پر کتنا منفی اثر پڑے گا ٹرانسپورٹ کے کرایے بڑھنے سے اشیاء خود دنوں کی قیمتوں میں بھی اضافہ ہو گا۔ اگرچہ دیکھا جائے گز شدہ دنوں ہمارے ہمسایہ ملک بھارت میں تیل کی قیمتوں کو کم کر دیا گیا تھا یہ کچھ چیزیں ہیں جو میں اسمبلی فلور پر آپ کو بتانا چاہوں گی۔ تیل کی قیمتوں میں کمی لانے کیلئے ضروری ہے کہ وفاقی حکومت روپے اور ڈالر میں، ڈالر اور پر جارہا ہے اور روپے نیچے آ رہا ہے اگر ڈالر اور روپے میں جوڑ برابر ہو جائے تو ممکن ہے کہ قیمتوں پر بہت اثر پڑے گا۔ اسی طرح جناب چیئرمین صاحب! پریم کورٹ آف پاکستان کے حکم پر جسٹس ریٹائرڈ بھگوان داس کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی اور مذکورہ کمیٹی نے تیل کی قیمتوں کا تعین کیا اور انکی نشاندہی کی۔ لہذا یہ ایوان وفاقی حکومت سے گزارش کرتا ہے کہ تیل کی قیمتوں کی جسٹس بھگوان داس نے جو نشاندہی کی تھی اس پر عملدرآمد کیا جائے۔

جناب چیئرمین: جی بادینی صاحب۔

حاجی غلام دشمنگیر بادینی: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ جناب اسپیکر صاحب! تیل کے بارے میں چونکہ ہمارا علاقہ خاص کر ہمارا بلوچستان، ایران ہمارے ساتھ بارڈر ایریا ہے جیسے افغانستان ہے۔ ہمارے بارڈر ایریا ز کے ہوتے ہوئے ہمارے ایریا میں تیل نہیں آ رہا ہے میرے خیال میں ڈاکٹر صاحب نے بھی اس پوائنٹ پر بات کی۔ چند دن پہلے کشمکش روہاں آئے تھے، شہر میں میرے خیال میں کوئی چار پانچ پیٹروں پمپ ہیں جن پر انہوں نے چھاپے مارا اور ان کو seal کر دیا۔ جب ہم سیکرٹریٹ آر ہے تھے کوئی راستہ نہیں تھا کہ ہم enter ہو جاتے رکشے گاڑیاں اور ویگن والے سب احتجاجاً گاڑیاں کھڑی کر کے strike پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں، سردار رضا محمد صاحب، آنالیافت صاحب اور جان بلیدی صاحب، ہم آئے ان سے بات کی کہ کشمکش کا کام بارڈر ایریا ز تک ہے لہذا جو ٹینکر زو نیغہ جاتے ہیں ہم نہیں کہتے ہیں کہ صحیح شام پچاس ہزار گاڑیاں آتی رہیں یا تیل آتا رہے جو آپکی limitations جو آپ کا اختیار بنتا ہے آپ اس حدود کے اندر رہتے ہوئے۔ جناب اسپیکر صاحب! پورا میشن تھا میرے خیال میں مریض ہسپتال کو نہیں پہنچ سکے بچے سکولوں اور کالج کو نہیں پہنچ سکے یا کسی کو کہیں جانا تھا وہ نہیں پہنچ سکے۔ چار پانچ پمپ seal ہونے کی وجہ سے ایسوی ایشن نے باقی تمام پمپ احتجاجاً بند کر دیے۔ جناب اسپیکر صاحب! میرے کہنے کا مقصد یہ ہے لیڈر آف دی ہاؤس ڈاکٹر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہمارے ساتھ بارڈر ایریا ز ہیں۔ چند سال پہلے شیل، ٹوٹل اور پی ایس اور کاڑیاں کوئی کسکے پیٹروں پمپ یا plus صوبے کو پاکستانی تیل کی سپلائی کرتی تھیں۔ اب چونکہ لا اینڈ آرڈر کا مستثنہ اتنا بگڑا ہوا ہے لامحالہ

ہمارے دوسرے صوبے پنجاب سے یا سندھ سے انکی گاڑیاں نہیں آ رہی ہیں۔ اسمیں ہمارے علاقوں کے لوگوں کی کسی نے پی ایس او کے ساتھ میں ٹینکرز کسی نے شیل کے ساتھ دس ٹینکرز کسی نے ٹوٹل کے ساتھ، مختلف کمپنیز کے ساتھ لوگوں نے اپنی گاڑیاں لگائی ہیں۔ جو ٹینکرز ہمارے چل رہے ہیں اب ہمارا کشم اتنا alert ہو چکا ہے کہ وہ ان گاڑیوں کو دیکھتے ہی فوراً چھاپ مرتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کوئی بنس کا کوئی امپورٹ ایکسپورٹ کا بارڈر زیریبا ہمارے ساتھ ہوتے ہوئے ہمارے کوئی میں تیل کی قلت پیڑوں دوسروں پے فی لیٹر تک پہنچ چکا تھا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ کوئی ایسی قانونی جیسا ہمارا ویش ہے تفتاں بارڈر ہے پنجور ہے۔ ان بارڈر کے ہوتے ہوئے تیل نہیں آ رہا ہے کہ جی یہ تو سمگنگ ہے۔ اگر کوئی بنس کرتا ہے وہ تو اس کو سمگنگ نہیں کہتا وہ یہ کہتا ہے کہ یہ میرے بچوں کی روزی روٹی ہے میرا سب کچھ یہی ہے۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: لیکن قانون کے مطابق تو سمگنگ ہوتی ہے۔ جس اسمبلی میں ہم بیٹھے ہوئے ہیں وہ قانون سکھاتی ہے۔

حاجی غلام دشمنی: میں مانتا ہوں جناب چیئرمین صاحب! ڈاکٹر صاحب لیڈر آف دی ہاؤس بیٹھے ہوئے ہیں ایریان کے ساتھ ہماری میٹنگ ہوتیل وہاں سے نہیں آ رہا ہے، ابھی لائن اینڈ آرڈر کا منسلک ٹھیک ہے ہم اپنے ایریاز کا کہتے ہیں لیکن باہر کے لوگ نہیں آ رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! اسمیں بجائے ٹینشن ہو جیسے اس دن شہروں میں چھاپے پڑنے تھے ٹھیک ہے بارڈر ایریا تو seal ہے بارڈر ایریا سے نہیں چھوڑا جائے چاہے ہماری ایف سی ہے کشم ہے پولیس ہے لیویز ہے جو ہماری فورسز ہیں۔ لیکن شہر کے اندر چھاپے میرے خیال میں یہ ٹوٹل کمپنی والوں کا کام ہے وہ دیکھیں کہ کوئی شہر کو ٹوٹل، پی ایس او یا شیل والے دے رہے ہیں آیا یا ایرانی دے رہے ہیں یا پاکستانی؟ میرے خیال میں یہ کام کمپنی والوں کا ہے جب وہ این اوسی دیتے ہیں وہ اسے کینسل بھی کر سکتے ہیں۔ اگر کشم والے چھاپے ماریں اور اسمیں ٹینشن آجائے میرے خیال میں ساری گاڑیاں رُک جائیں گی۔ تو چیف منٹر صاحب صوبے کے معاملات چلا کیں یا پسپ کھوانے کے لئے ہم لوگ بیٹھے میٹنگیں کرتے رہیں۔ تو جناب چیئرمین! میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کوئی ایسا راستہ نکالا جائے جیسے ہم دور راز ایریا سے آتے ہیں تو اسکو قانونی شکل دی جائے۔ ٹھیک ہے آپ نے اسمگنگ کی بات کی اس کو قانونی شکل بھی دی جا سکتی ہے۔

جناب چیئرمین: قانونی شکل دینے کیلئے اس پر ٹیکس رکھنا پڑتا ہے کیا لوگ ادا کریں گے؟

حاجی غلام دشمنی: وہ ڈاکٹر صاحب نے ہی کرنا ہے، ہم نے suggestion دی ہے۔

جناب چیئرمین: عبد اللہ بابت صاحب۔

جناب عبداللہ جان بابت: یہ عوام پر بڑا بوجھ ہے ڈیزیل اور پیٹرول اتنا مہنگا ہو گیا ہے کہ یہ صرف ٹرانسپورٹ پر نہیں ٹرانسپورٹر تو اپنا کراپی بڑھا دیتے ہیں سب سے زیادہ بوجھ تو غریب عوام پر پڑتا ہے۔ جیسے ڈسٹریکٹر بادینی صاحب نے کہا۔ میں اصل پونچھ کی طرف آتا ہوں مہنگائی کا ہم لوگوں سے تو کوئی نہیں پوچھتا۔ ڈاکٹر صاحب تو ہمارے صوبے کے وزیر اعلیٰ ہیں۔ وفاق جو بڑھاتا ہے خود بڑھائے نہ ہمیں کوئی اس ملک کا شہری سمجھتا ہے۔ ابھی ملک میں تبدیلی آ رہی ہے جزیل جارہا ہے فلاں آ رہا ہے۔ ہم لوگوں کو اس سے کیا کہ کونسا جزل آیگا ہماری شبوزی کا واللہ کے جزل آئے نہ ہم لوگوں نے مبارکی لے لی یہ تو خاص طبیعت کے لوگ ہیں۔ جیسے افلاطون نے اپنا ایک نظریہ بنایا تھا کہ کم لوگوں کو جواہر چھے لوگ ہیں، اچھے خاندان والے ہیں انکو بڑھاتے تھے۔ ہم لوگوں کا نہ تو اس ایک کوئی ایسا حصہ ہے نہ کچھ ہے آج سارا دن اسی پر باقی ہوتی رہیں کہ بھی ہماری جو ملائمیں ہیں وہ بھی مرکز لے جاتا ہے۔ ہم لوگوں کو معلوم نہیں ادھر اسلام آباد کا آدمی کہ جی میں اور الائی کا ہوں، میں موئی خیل کا ہوں میں پنجوڑ کا ہوں۔ ہم لوگ حیران ہو جاتے ہیں بھی تم کدھر سے آیا ہے تمہارا گھر کدھر ہے اسکو یہ بھی نہیں معلوم کہ میں کس ڈسٹرکٹ کا ہوں اور اس کا جغرافیہ بھی اسکو معلوم نہیں ہے۔ سب سے پڑھے لکھے اس ملک میں ہم لوگ ہیں کم از کم ہمیں اس ملک کا جغرافیہ تو معلوم ہے۔ میں بادینی صاحب کی بات سے تھوڑا اختلاف کرتا ہوں وہ چلے گئے اصل میں مہنگائی ہم سب کا مسئلہ ہے۔ یہاں پہنچ والوں نے اپنی اجارہ داری بنائی ہوئی ہے۔ خدارا! ایک تو ہم گاڑی نہیں خرید سکتے اگر کوئی خرید بھی لے پھر اس میں وہ گریس والا ڈیزیل ڈالتا ہے۔ بات یہ ہے بادینی صاحب اور لیاقت آغا کو پتا نہیں پہنچ ہیں یا نہیں، ہم لوگ تو پہنچ والے نہیں ہیں نا۔ یہ تو کشم والوں کو پتا نہیں چار پانچ پہنچوں کو چیک کیا ہے۔ ان میں اتنا غلط ڈیزیل ہے کہ اس سے آپکی گاڑی کی رنگ، پسٹن اور انجن سب بیٹھ جاتے ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ پہنچوں میں بھی ایرانی ڈیزیل ہے۔ میں تو کہتا ہوں مڑا! جناح روڈ پر دکانیں کھول کر ڈیزیل عام پیچو۔ یہ کیسا قانون ہے یہ ہم لوگوں کیلئے ہے کہ آپ یہ ڈیزیل نہیں ڈالیں بھی ہم نے گاڑی چلانی ہے ہم نے بچوں کو اسکوں پہنچانا ہے ابھی جو آپ یہ ایرانی ڈیزیل کو ویسے پہنچوں میں ڈال رہے ہیں تو اس کی بجائے عام پیلک دکانوں پر بچیں۔ ہمارا تو غریب صوبہ ہے پھر ہمارے ساتھ بارڈرز ہیں اور وہاں سے ہمیں یہ ڈیزیل ستاملتا ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ ایک تو پہنچوں کو ہماری حکومت یا مرکزی جو کشم والے ہیں یہ باقاعدہ چیک کریں۔ ایسا نہ ہو کہ کشم والے پھر ان سے پیسے لینا شروع کریں اور ان کی بادشاہی ہو۔ جیسے نیب، آپکو معلوم ہے انہوں نے ادھر ہماری اسمبلی پر بھی قبضہ کیا تھا۔ نام تو نیب ہے Public Accountability، یہ صوبے میں غریب افسران اور غریب لوگوں کو پکڑتے ہیں۔ کسی نے کچھ کمیشن کھایا تھا

اسمیں آدھا نیب کا تھا۔ بھتی انیب اور کشم والے باچا ہیں انکے گھر دیکھو۔ چیر میں صاحب اس سے پہلے اس چیز پر احساب ہونا چاہیے۔ انکا ماضی دیکھنا چاہیے کہ ان باپ دادا کے کتنے بنگلے تھے آج جوانہوں نے ادھر کروڑوں، اربوں روپے کے بنگلے لیے ہیں۔ یہی مہنگائی ہے صاحب! اسی نے تو ہم کوتباہ کیا ہے۔ جو مرکز میں بیٹھے ہوئے ہیں انکو کیا معلوم ہے اسحاق ڈار کو کیا معلوم ہے کہ غریب کیا کھاتا ہے کیا پیتا ہے انکے بچے کس طرح کے گھروں میں رہتے ہیں۔ ادھر سے پیڑوں مہنگا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کا بہتر حل یہ ہے کہ فی الحال ہمیں ڈرموں میں ایرانی ڈیزیل open mana چاہیے۔ ڈرم میں اگر گریس ملائیں پھر بھی آدمی دیکھ سکتا ہے لیکن پچپ کی ٹینکیوں کو ہم چیک نہیں کر سکتے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ جس وقت تک اس ملک میں یہ حالات ہیں، جب تک کرپشن کرنے والے سدھر نہیں جاتے اُس وقت تک ہمیں ایرانی ڈیزیل عام مہیا ہو وہ بھی ڈرموں کے ذریعے پچپ کے ذریعے نہیں یہ میری گزارش ہے۔

جناب چیر میں: ڈاکٹر صاحب! --- (مدخلت) نہیں نہیں آپ بول چکے ہیں، sir آپ بول چکے ہیں۔
ڈاکٹر صاحب کو فلور دیں اسکے بعد آپ کو دینگے۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: جناب اسپیکر! آپ کی بڑی مہربانی۔ یہ ہم قرارداد ہے وقت کو منظر رکھتے ہوئے ہم to the point بات کریں گے۔ جو مہنگائی ہے اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ جب کسی چیز کی قیمت ہمیں بتائی جاتی ہے تو ہمیں اپنی عمر کا احساس ہو جاتا ہے۔ جناب والا! جو چیز دو آنے کی آتی تھی وہ پانچ روپے سے بڑھ گئی ہے جو پانچ روپے کی ہوتی تھی وہ پانچ سو سے بھی بڑھ گئی ہے۔ تو اسیمیں کوئی بھی شریف آدمی اسکو afford نہیں کر سکتا۔ ڈیزیل کا تعلق ہے مجھے اس کہنے میں کوئی قباحت نہیں کہ کوئی بھی بھلکا کر سکتا۔ جس کی رسائی ہوگی وہ کرپشن کے ذریعے اُدھار کے ذریعے پتا نہیں کس کس ذریعے سے وہ اپنی ضروریات پوری کریگا۔ ہم مرکزی حکومت سے یہ استدعا کرتے ہیں کہ جو اس نے فیصلہ کیا ہے، جس طرح بھلکی کی قیمتیں اس نے واپس لے لی اسی طرح تیل کی قیمتوں کو بھی واپس لے لے unanimous ہمارا یہ message جانا چاہیے۔ جو بات بابت صاحب نے کی اسکو میں کچھ پالش کر کے آپکے سامنے پیش کرتا ہوں۔ ہم نے اسمبلی کے پہلے یا دوسرے سیشن میں، ڈاکٹر صاحب کی توجہ چاہیے، یہ request کی تھی کہ تمام بارڈرز پر uniformity ہونی چاہیے۔ تھریاوا گہہ بارڈ رکا چمن اور تفتان کے بارڈر میں بہت فرق ہے۔ جناب والا! اُن بارڈر پر کوئی مائی کالال کسی کو نہیں روک سکتا نہ وہاں کسی ٹرک، بس یا ٹرین کی تلاشی ہوتی ہے نہ کوئی کسی کی گپڑی اُچھاں سکتا ہے۔ تو یہ ہمارے ہاں کیوں آسان ہے؟ نفرتیں جو پیدا ہوتی ہیں جو یہاں اپنے آپکو

دوسرے شہروں سے کم سمجھنے لگے ہیں۔ تو وہ جس نے ڈشٹرکٹ دی اور تندر کو اختیار کیا ہے یہ تمام محکمات اسمیں ہیں۔ جو ہماری پارلیمنٹی کمیٹی تھی اُس نے یہ recommendations دیں کہ کوئی چیز بھی نہیں ہونی چاہیے pickets، تلاشی اور پرمٹ۔ فیصلے بارڈر پر ہوں بیشک جو بھی آنا چاہے۔ اور مشاہد حسین سید نے خود مجھ سے کہا کہ ہمارے واہگہ بارڈر پر سوائے drugs اور اسلحے کے انہیں ہم اسمگنگ سمجھتے ہیں، باقی سب کاروبار ہیں۔ تو بھی اگر وہ پاکستان ہے تو یہ بھی پاکستان ہے ہم پر بھی یہی چیزیں apply کی جائیں۔ border to border کا رو بار تمام دنیا میں ہوتا ہے۔ یہ discrimination ہجوم ختم ہو جائے۔ ابھی بھی جو زندگی کی commodities ہیں وہ ایران ہمارے دو ڈویژنز کو supply کرتا ہے۔ اگر تیل کا ہمارے ساتھ ہی ہی کاروبار خوش اسلوبی سے ہو۔ جو لینا دینا ہوتا ہے تمام چیزوں کیلئے سوائے drugs اور اسلحے کے باقی سب کاروبار ہیں۔

جناب چیریمن: واہگہ بارڈر کی آپکی بات صحیح ہے میں نے دیکھا ہے اس کے علاوہ کوئی رکاوٹ، کدھری کوئی چیک نہیں کرتا صرف بارڈر پر ہوتا ہے۔ بارڈر کی details تو مجھے پتا نہیں ہے وہ آپ بتا رہے تھے۔ لیکن ادھر جو چین لگی ہوئی ہیں یہ واقعی عوام کیلئے تکلیف کا باعث ہیں۔

ڈاکٹر حامد خان اچھزی: جناب والا! ہم تجارتیں ہیں، میں خود ذاتی طور پر سیاسی کارکن اور ڈاکٹر ہوں۔ لیکن بارڈر پر آئی بی، ایف آئی اے اور کشم و الے موجود ہیں وہاں بالکل، ملک میں جو رواجا ٹکس دیا جاتا ہے وہ بیشک وہاں لے لیں۔ ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ یورپ کی طرح ہم افغانستان سے چل کے ہندوستان اور برما تک بغیر پاسپورٹ کے جائیں اُس استحقاق تک ہم نہیں پہنچے ہیں لیکن یہ ہمارے بلوج اور پشتون کا روزگار ہے۔ ان دو بارڈرز پر کوئی روزگار نہیں ہے نہ آپکو کوئی پلازہ نظر آیا گا نہ کوئی کاروبار نہ کوئی زمینداری نہ کوئی کارخانہ۔ تو یہی انکا کاروبار ہے انکو حضرت لوگوں نے اسمگنگ کا نام دیا ہے یہ قطعاً اسمگنگ نہیں ہے یہ ہمارا کاروبار ہے ہم اسکو کرتے رہیں گے اگر میں آپکو statistics دوں۔ اگر ان بھیڑیوں کو ہم پر چھوڑ دیا جائے۔ دس بوری آٹے پر بھی لوگ قتل ہوئے ہیں۔ خدا کی قسم ایک بوری آٹے پر ایف سی والوں نے قتل کیا ہے دس تھان کپڑے پر بھی کیا ہے ایک فور بائی فور تار پر بھی کیا ہے۔ تو یہ وہ چیزیں ہیں اگر پاکستان کو چلانا ہے تو بارڈر ز پر uniformity لانی چاہیے۔ جو ان بارڈر پر نہیں ہے ہمارے بارڈر پر ہے۔ تو ڈیزیل، پیٹرول فلانی فلانی چیز اگر ایران سے اس طریقے سے آسکتی ہے اسمگنگ کا نام اسکو نہیں دیں اس میں عام شہریوں کو آسانی ہو گی کاروبار بڑھے گا یہی چیز ہمارے فروٹ پر جیسے لیاقت آغا نے کہا یہاں سے جب ہم بھیجتے ہیں تو وہاں ان پر heavily tax لیتے ہیں تو

ظاہر ہے پھر ہم نہیں لے جاسکتے۔ اسی طرح ایران سے جو سیب اور ٹماٹر آتے ہیں، ان سے بھی بارڈر پر اگر *heavily tax* لیں پھر ہمارے سیب اور ٹماٹر کو جائے گے۔ بڑی مہربانی۔

جناب چیئرمین: مہربانی، ویسے میری تمام معزز ممبران سے request ہے کہ out of subject نہیں بولیں پھر میڈم جو ناراض ہوئیں وہ درست ہے۔ subject تک بولیں جو بھی ممبر بولنا چاہتا ہے۔ جی میڈم! آپ بولیں۔

مسئلہ شاہدہ رؤوف: Thank you اپنے کیر صاحب میں ڈائریکٹ suggestions پر آرہی تھی آپ کے cut off کرنے کے بعد، لیکن آپ نے اُسکی بھی مہلت نہیں دی۔ C.M. صاحب بیٹھے ہیں۔ میں وقت کا لحاظ کرتے ہوئے صرف دو، چار باتیں کرنا چاہوں گی۔ اچھا ہوا کہ حکومتی ارکان اس پر خود بولے۔ میری suggestion یہ ہے کہ ہم نے مہنگائی کو کیسے ختم کرنا ہے؟ سب سے پہلی بات میں یہ کہنا چاہوں گی کہ اگرا کی تشکیل نوکی جائے وہ ہر دوسرے دن تیل کی قیمتیں بڑھا کر عوام پر بوجھ ڈال رہی ہے۔ سب سے پہلے تو ہمیں اُس بادی کا قبلہ درست کرنا پڑیگا۔ اگرا کے اندر جن لوگوں کی representation ہے، for God sake ہم آپ اور چاروں صوبوں سے لوگ سب مل کے اُن کو pressurize کریں اور اس چیز کا تعین کریں کہ ہم نے کس طرح ان قیمتیں کا اُتار چڑھاؤ کرنا ہے۔ اگرا میں جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں جب اُن کا دل چاہتا ہے دو دن دس دن بعد آرام سے کسی چیز کی prices کو increase کر دیتے ہیں اسکا خمیازہ پھر حکومت کو بھگلتا پڑتا ہے۔ تو اس بادی کو ریگولر کرنے کی سب سے پہلے کوشش کی جائے دوسری بات یہ ہے کہ ان چار میںوں کے اندر جتنا inflation rate بڑھا ہے، اُسکی ایک وجہ یہ ہے چاہے وہ آئی ایم ایف کو قرضہ کی ادائیگی ہو یا جو بھی ہو اسے جس تیزی کے ساتھ نوٹ چھاپے گئے ہیں وہ سب سے بڑا reason ہے۔ بچھلے پانچ سالوں میں اتنی قم مارکیٹ میں نہیں آئی جتنے کہ آپ نے اس طرف کی ہے۔ اسی طرح چاہے آپ یہ کہہ لیں کہ ہم نے آئی ایم ایف کو قرضہ دینا تھا جو بھی کرنا تھا لیکن directly or indirectly اس سے غریب عوام پر اثر پڑا ہے۔ اور ہمارے اسٹیٹ بینک کے گورنر کی اپنی statement یہ ہے کہ یومیہ آپکے اڑھائی کروڑ ڈالر باہر جا رہے ہیں جس کی وجہ سے ملک میں مہنگائی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ تو وہ چیزیں جو ہم پارلیمنٹ میں رہ کر سکتے ہیں، ہم دیکھتے ہیں ہر روز سپریم کورٹ کو سومولو ایکشن لینا پڑتا ہے۔ اس وقت وہ ظاہر آ گیا ہے کہ انتظامی جتنے بھی حالات ہیں معاملات ہیں انکو ہم اپنے کنٹرول میں لیں۔ سومولو ایکشن لینے کی ضرورت سپریم کورٹ کو کیوں پڑتی ہے؟ ہم پارلیمنٹ کے اندر بیٹھے ہوئے لوگ ان چیزوں کو کیوں

صحیح نہیں کر سکتے؟ یہ ضروری نہیں کہ آج حکومت بڑھاتی ہے تو سپریم کورٹ کے پاس صرف یہی کام ہے کہ اس نے اسکے اوپر سموٹوا یکشن لینا ہے۔ میری suggestion یہ ہے کہ اس وقت تمام اختیارات ہمارے پاس ہونے چاہئیں۔ ایک جو ہم بار بار ایک چیز کی گردان کرتے ہیں کہ پارلیمنٹ، جمہوریت کو مضبوط ہونا چاہیے تو اسکو strengthen کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ تمام چیزیں ہم اپنے اختیارات میں رکھیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ حکومت جو کافر ہے تھا کہ ہم کشکول توڑ دینگے۔ ٹوٹا ہوا کشکول تو کسی کو نظر نہیں آتا۔ اس قسم کے اگر اقدامات کیے گئے تو یہ جو لوگوں کا ادوات لے کر آئے ہوئے ہیں، یقیناً جس طرح کاغذ و غصہ آج کل لوگوں میں پایا جا رہا ہے وہ اسکو face بھی کریں گے۔ میں یہاں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ جب جزل سیلز ٹیکس کو بڑھا کر آپ directly غریب عوام کو hit کر رہے ہیں۔ آپ اپنا ٹیکس نیٹ ورک بڑھائیں اور کو جو ٹیکس دیتے ہی نہیں ہیں اُن کو اسکے ٹیکس نیٹ ورک میں لے آئیں۔ غریبوں پر اگر جزل سیلز ٹیکس کی مد میں آپ ٹیکس لگاتے رہیں گے وہ بیچارے تو پہلے سے ہی دو وقت کی روٹی کھانے کے قابل نہیں ہیں۔ تو اس ٹیکس کی ادائیگی میں آپ اپنے لیے کیا کر رہے ہیں۔ یقیناً آنے والے پانچ سال بعد وہ لوگ آپکو مسترد کر دیں گے۔ اسکے علاوہ ہم بڑے وثوق سے کہتے ہیں کہ ہمارا agricultural country ہے اس ملک میں آپ کسانوں کو کیا benefit دے رہے ہیں؟ آپ اپنی وہ چیزیں جو ہم بھی import کیا کرتے تھے، ہم آئیں کتنا پیسہ خرچ کر رہے ہیں۔ ایکسپورٹ کرنے کی ہم پوزیشن میں ہیں یا نہیں۔ ابھی تک agricultural country ہونے کے باوجود ہم لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے باہر سے چیزیں مغلوب رہے ہیں۔ ایک اور بات جس کو میں یہاں ضرور mention کرنا چاہوں گی کہ کوئی بھی گورنمنٹ آتی ہے۔ یہ بات میری تجھ میں آج تک نہیں آئی کہ جو قومی ادارے ہیں کوئی انکو privatize کریںکی طرف چلا جاتا ہے۔ جو private ادارے ہیں تو انکو کوئی قومی بنانے کی طرف چل پڑتا ہے۔ تو یہ مجھے سراسر کرپشن لگتی ہے۔ ہم نے کبھی کوشش نہیں کی کہ ہم اپنے system کو ٹھیک کریں گے اور اسکے اندر جو ایک way ہے اسکو ٹھیک کریں گے۔ آج آپ ایک قومی ادارے کو بنیام کر کے اسکے پیسے اپنی جیبوں میں ڈال لیں اسکے بعد دوسری حکومت آئیں گے وہ private اداروں کو قومیت کے کھاتے میں ڈال دیکی اور وہ بھی کرپشن ہو گی۔ تو میں یہ کہنا چاہوں گی کہ ہم اس طرف مت جائیں ہم ان چیزوں کی طرف جائیں جہاں سے ہم لے سکتے ہیں اور ultimately عالمی منڈی میں قیمتیں کم ہو رہی ہیں اور آپ بڑھا کر عوام کو کیا تاثر دے رہے ہیں۔ جیسے ہی عالمی منڈی میں قیمتیں کم ہوتی ہیں اسکا relief عوام کو دیا جائے تاکہ انکو پتا چلے کہ آپ اسکے ساتھ

sincere ہیں۔

جناب چیرمن: ok جی قائد ایوان صاحب۔

ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ (قائد ایوان): اپنے صاحب! ایک تو آپ ان مائنکوں کو چیک کروائیں ان میں کرنٹ ہے۔ دوسری بات یہ ہے مجھے انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جب ہم ایک دن غیر حاضر ہوں گے اپوزیشن ہم پر چینگی چلائے گی۔ لیکن ہم نے اپنے تمام دوستوں کو، یہاں ہم نے ایک جنسی لگائی ہے کہ سب سے زیادہ اہم کام یہ ہے اور اپوزیشن کا یہ حال ہے۔

Mr. Chairman: definitely.

قائد ایوان: اور اپوزیشن کا یہ حال ہے۔ صح سے میں دیکھ رہا ہوں یہاں جو ذمہ دار لوگ ہیں وہ بیٹھے نہیں ہیں۔ میں اپنا protest اپوزیشن کے سامنے رکھوں گا یہ انتہائی سنجیدہ مسئلہ ہے جب ہم نے اپنے دوستوں کو قائل کیا ہے تو انکو بھی یہاں موجود ہونا چاہیے۔

جناب چیرمن: ڈاکٹر صاحب نے صحیح بات کی۔ جی میڈم۔

محترمہ حسن بانور خشافی: جناب اپنے صاحب! آپ کا خود کورم پورا نہیں ہے آپ نشاندہ ہی نہیں کر رہے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے آپ کہہ رہے ہیں کہ ہم ذمہ دار نہیں ہیں۔ کیا ہم لیڈریز پارٹیمیٹر یہ ز اس وقت ذمہ دار نہیں ہیں؟

جناب چیرمن: نہیں نہیں آپ تو ہیں۔ لیکن یہ ہے کہ بقایا اپوزیشن نہیں ہے۔ واقعی یہ بات غلط ہے جو بھی معزز ممبر ان، حکومتی ممبر ان سمیت اپوزیشن سب کا فرض بتاتا ہے کہ وہ اسمبلی کو ترجیح دیں۔ اور اسمبلی کے اجلاس کو attend کریں۔ میڈم! بس please اسکو wind-up کرتے ہیں اس پر بحث ہو گئی ابھی بس کرتے ہیں۔ اب اسمبلی کا اجلاس بروز بده مورخہ ۹ اکتوبر ۲۰۱۳ء بوقت سہ پہر ۳:۳۰ میٹنگ کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس 2 بجکر 45 منٹ پر انعقاد پذیر ہوا)

